

لطائفِ عجیبہ

حصہ اول

از

مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی

مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی

الذَّيْخُ فِي الْكَلَامِ كَالْمَلِجِ فِي الطَّحْلِ

گفتگو میں خوش مذاقی ایسی ہو جیسے کھانے میں منگ

ردگی زدہ دلی کا ہے نام

مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

لَطَائِفُ عَجَبِكُمْ

حصہ اول

جبیں اسے عجب و عریب، ناؤ و حیرتہ دل خوش کن، لطیف خوش مذاق

اور کھینٹتے ہوئے لطائف و طرائف جمع کیے گئے ہیں جن کی شبیہ نے لایعنا

اور ویرستی ماحیثیں کھل جائیں، خاطر باشد تا داؤد و غم غلط ہو جائے

مترتب

حاکسار بشیر الدین احمد تعلقہ دار

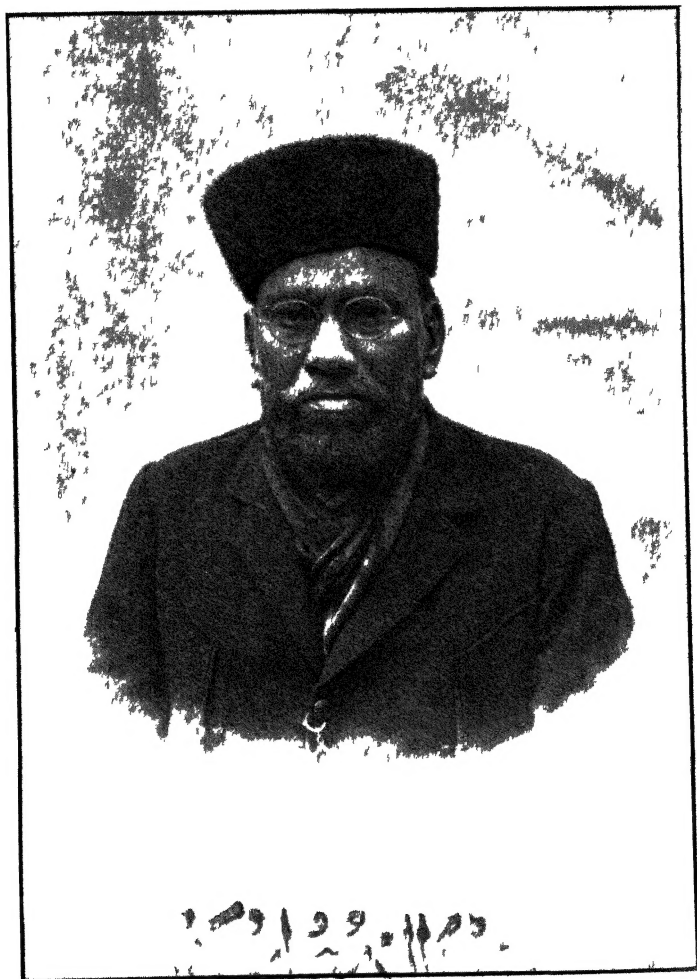
حسب وراثت مولوی منظر احمد صاحب بنی الخلف الصدق مصنف

(تمام حقوق محفوظ ہیں)

قیمت ۵ روپیہ بی (۱۵)

مترادف لکچر

۱۹۱۵ء



دیںاچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بذکرش ہرچہ بینی درخروشاں است وے داند دیریں معنی کہ گوش است
 نہ ببل برکش تسبیح خوانست (حملہ کہ ہر خاے بہ تسبیح زبانیست
 عروج کس کو ملا ختم سیریں کی طرح (نعت) تہ قدم ہو نہ کیوں عرش حق نہیں کی طرح
 بٹھائے کون عمل ختم سیریں کی طرح کہ نام خاتم دنیا پہ ہر نگیں کی طرح
 عبت ہوا نہیں خم آسماں بصد ستر جھکا کہ پائے نبی چوم لوں میں کی طرح

(وحید)

✽

عرض حال

وہ نگ خوان تکلم ہو نصاحت میری ناطقہ بند ہیں سس سن کے بلاغت میری
 رنگ اڑتے ہیں رنگیں جو عبارت میری شور جس کا ہر وہ دریا ہر طبیعت میری
 دم خفا ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
 بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

نگارستانِ چیں دانم نخواہد شد سیرت لبک

بہ نوکِ کلک رنگ آئینہ نقشی نگارِ آخر

کتابوں کی جو مانگ اور قدر اس زمانے میں ہو وہ مخفی نہیں، لیکن نہ
ناپچنے والے کا پاؤں رکتا ہو نہ گویئے کی زبان۔ اس میں ایک کڑی
اور جوڑیئے نہ لکھنے والے کا قلم۔ ۵

ہم کو معلوم ہو خبت کی حقیقت لیکن ❖ دل کے بہلانے کو غالب نہ خیال چھا ہو
مگر میر خیال میں ۵ ہو یہ موتہ سن سرائی کا ❖ وقت ہو طبع آرمائی کا
خمشوی سے بہتر ہو کہ جو دل میں ہو وہ رہاں پر آجائے ۵

دراخمنوں ہو کے بھی گویا کہ ہم عموماً نہیں بہ دل بغل میں ہو موجود گفتگو کے بڑے

(۲) پکارتی ہو خوشی مری دعاں کی طرح نگاہیں کہنی ہیں سب را ز دل عیال کی طرح

دنیا کے سارے متاعل سے بہتر و برتر دل خوش کن اور ہم غلط کرنے والا

مشغلہ اگر کوئی ہو تو کُتب بینی ہو۔ یہ خوبی اور درت مطالعہ کُتب ہی میں ہو

کہ گھر بیٹھے ساری دنیا کی سیر کر لو۔ بڑے بڑے مصنف سے ہم کلام

ہو جاؤ۔ کتاب ہی ابک ایسا ستیا دوست ہو جو رفاقت سے منہ نہیں موڑتا

اور اپنے گرد بد و ستابق کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ جس کو اس کا جسکا چڑھاتا

ہو وہ اُنکھ اٹھا کر بھی دنیا کی مزخرفات کی طرف نہیں دیکھتا۔ ہماری

زندگی بہت عصر ہو۔ ادھر آئے ادھر چلے، دس بارہ برس بچپن کا

زمانہ تا بھی کا زمانہ ہو۔ بھڑ جوانی دیوانی رہا بڑ پایا اُس وقت میں قوی خود
مضمحل ہو جاتے ہیں وہ حصہ اس مختصر زندگی کا بدترین حصہ ہے جو ہوا
نہ ہوا برابر۔ پس پند رہ میں برس جو مل جائیں وہی عنیت جانو اور
اُسے ہنسی خوشی جس نے گزار دیا جانو کہ وہ دنیا کی بہار سے متع ہوا اور نہ
دل جوانی میں دباؤ نہ کر سیری میں ❀ برسوں کے مردے کو بٹہ نہیں رٹنے والے
دنیا میں اگر ہر وقت متفکر و ملول و آرزوہ خاطر رہنا اس نئی زندگی
کو بھی خار تر بنا دینا ہے۔ ہر وقت دیا کاشا کی رہنا شانِ عودیت
کے خلاف ہے۔ رضا اور تسلیم کی حویدا کرنا چاہئے۔ محض ربان سے
اللہ تیرا شکر کہہ دیے سے کام نہیں چلتا۔ زبان پر بچھ ہو دل میں
ایسا شکر داخل ناسکری ہے۔ ان اگر بہ سمجھ لے کہ جو کچھ ہوتا ہے
موافق یا ناموافق خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور نیز یہ کہ ان فاعل
مخار نہیں بلکہ دست و باشکستہ اور ناپیار ہے تو اُس کو اس تصور
سے بڑی تسلی و تشفی ہوتی ہے کہ ہرچہ ار دوست می رسید یکوست۔
ہاں تو میں اصل مطلب سے دور جا پڑا۔ کتابیں بالعموم دو قسم کی ہوتی
ہیں ایک علمی اور کسی خاص فن کی۔ ایسی کتابوں میں مسائل و قیو ہوتے
ہیں عبارت بھی اُسی مناسبت سے بلیغ، مضامین و جیالات بھی ارفع
و اعلیٰ معنی خیز۔ ان کے سمجھنے، مطلب کی تہ تک پہنچنے، مطالعہ میں نشین

اور تحفظ کر لے اور اُن پر کماحقہ قدرت و عبور حاصل کرنے کے لیے محنت، یکسوئی، طبع، توجہ کامل اور بڑے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے اور جب صورت حال یہ ہو تو لا محالہ دماغ پر زور ڈالنا لازم و متعمد ہو لیکن ایسا گہرا مطالعہ مسلسل جاری رکھنا طبیعت پر ضرور بار ہوتا ہے جس سے قوائے مدرکہ مضحکہ اور دل اُچاٹے ہو جاتا ہے دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جو محض تفریح و تہنن طبع کے لیے لکھی گئی ہیں۔ مسائل ادق و مباحثہ و مصطلحات علمی سے متبر۔ آورد اور تصنیع سے معر۔ اُن میں جو کچھ ہے وہ وہی ہے جو شبانہ روز ہم اپنی زندگی میں اپنے ارد گرد مشاہدہ کرتے ہیں ان کے مضامین در حقیقت آمد ہیں جن کی سلاست اور روانی سے خاطر مضحکہ اور ملول نہیں ہوتی بلکہ اور بحال اور شگفتہ ہوتی ہے جب دل اُچاٹے ہو جاتا ہے تو ایسی ہی کتابیں ہمارے لیے باعث تفریح ہوتی ہیں جن کو پڑھ کر طبعیت میں تازگی اور مزاج میں جولانی اور اُسنگ پیدا ہوتی ہے اور آدمی تازہ دم ہو جاتا ہے۔

دل سے تو اس ہاش کا پروردگار سے جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے تبدیل ذائقہ کے لیے یہ کھانے کے ساتھ چینی کا مزہ دیتی ہیں۔ بڑھنے والا ہونٹ چلتے کا چاٹتا رہ جاتا ہے اور سیری نہیں ہوتی کتاب

ہاتھ میں لئے کے بعد ختم کیے بغیر چھوٹ نہیں سکتی۔ مبرا مطلب یہ نہیں ہو کہ ہم علمی کتابوں پر دوسری قسم کے لٹریچر کو ترجیح دیں۔ حاشا وکلا، لیکن غرض یہ ہو کہ محنت شاقہ کے بعد طبیعت کو آرام دینے کے لئے کچھ مہلت کی ضرورت ہو ورنہ

موسے غرض نشاط ہو کہیں سیاہ کو (عالب) اک گونہ بنے خودی مجھے ہر آن چاہیے یہ کتاب قسم دوم کی ہو۔ اس میں عمدہ عمدہ برجستہ ماموق اور پُر لطف لطائف ہیں جن کو شائقین ذوق و شوق اور دلی رغبت سے پڑھیں گے۔ انسان کو جب دل جمعی اور فارغ البالی ہوتی ہو یعنی یہ کہ پیٹ میں روٹیاں پڑتی ہیں تو اسے دور کی سوچتی ہو اور ایسے لطائف حب ہی دل و دماغ سے نکلے ہیں بابوں کہتے کہ طبیعت پران کا القا ہوتا ہو تو نہ سگی نہائے گی کیا اور سچوڑے گی کیا؟

جیتے ہو تو کچھ کیجیے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جبے تو کیا خاک جبے اب نہ اکبر جیسے بادشاہ کا دور دورہ ہو۔ نورتن اکبری میں سے ہیر بل اور ملا دو پیازہ جیسے ذکی الطبع مددہ سنج ہمشین اور ہم جلس ہیں گر خاک جہاں جملہ بغیر بال سپینرند حفا کہ نہ بابتان و اتیرین اب نہ اگلا سا وہ فراغ و اطمینان ہو نہ وہ سسے میں نہ وہ ارزانی نہ وہ برکت و افسردانی، تو پھر لطیفے و جھیں کبے اب وہ لیل و نہار

ہی نہیں عرض یہ کہ وہ بہار ہی نہیں ہے

کیا دن تھے کسا بہار تھی اب کچھ نہ پوچھئے یادیں خیر ہائے زمانہ ہمارا

قفس میں برگ گل رکھنے سے اڑ صبا دیکھا حاصل

دلانا پھر اسیروں کو چین کی یاد کیا حاصل

یہاں پیٹ کے دھندے ہی سے فرصت نہیں اور پہ کھیل ٹھیرے

پیٹ بھروں گے۔

فکر عاشق بتاں یاد رفتگان دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

یہی وجہ ہے کہ تازہ لطائف کی بلغ بہاری خشک ہو گئی اور اگر دس یا بی

سے بھی تو بھیکے سیٹھے جن میں وہ لطف نہیں جو لطیفوں کی جان ہے۔ بعض

صاحبوں نے انگریزی کو بہ ضرورتِ دفنی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے ان کا

غلو یہاں تک پہنچا ہے کہ ہندوستانیوں کی کوئی آن پسند نہیں

طرزِ یورپ پر مرتے ہیں

آگ تھے تقدارے عشق میں ہم ہو گئے خاک انتہا یہ ہے

غضب کیا کہ اُن کے لطائف کو جنسہ ترجمہ کر دیا۔ مگر یہ نہ سوچے کہ تجاے

خیالات سے تال میل بھی کھاتا ہے یا نہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" ہے

جوتے میں ہے لگائی کرن آفتاب کی جو بات کی قسم نجرالاجواب کی

مگر میں تو تم ہی کہوں گا۔ کہ ہے

حقاً کہ یا عفو بہت دلیلاً برادر است رفتن بہ پانچ ہمدی ہمدی بہشت
ہم اپنی گدڑی ہی میں لگن ہیں۔ قطع نظر اس کے ہر ملکہ و ہر رسم
اُن کا مذاق اور ہمارا اور دشمنانِ بینہما۔ ۵
تبیہ بہت سیم موج و گلابے چیں حائل گچا دانند حالِ باسکارا بن ساحلہا
خلاصہ یہ کہ انگریزی لطف ہمارے مذاق کے موافق نہیں آتا مگر اللہ
"اس میں نے کثرت چنے ہاں ہی کے لطف لکھے ہیں۔ ۵
کہن جامتہ خویش آراستن بہ از جامتہ عاریت خواستن
ان لطفوں میں جو میں نے ٹری کوشش اور تلاش سے مختلف کتب
رسالوں، احباروں اور کچھ سینہ سبب ذرائع سے فراہم کیے ہیں بہت
سے آپ نے سنے ہوں گے مگر اُن کے دوبارہ سننے میں بھی قدر مکرر کا
لطف تازہ و سرور ہے اندازہ ہو اور یہی لطف کی عمدگی اور بذکری
کی خوبی ہو کہ جب نہ نیا۔ بہت سے نئے لطف بھی آپ کی نظر سے
گزر رہے ہیں وہ اپنی جگہ ضرور اچھے ہیں مگر پھر ہی بات کہہ نہیں سکتے ہیں۔ ۵
اگرچہ سچ نے ڈاڑھی ٹہرائی اس کی سی مگر وہ بات کہاں مولوی دن کی سی
مجموعہ کل لطائفِ حادی نہیں ہو اور بھی بہت سے لطف ہیں اور ہوں گے
مگر جتنے اس میں یکجا ہیں مجھے یقین ہو کہ وہ کسی اور کتاب میں نہ ہوں گے
کتاب کا حجم بڑھ رہا ہو اور لطیفوں کا ذخیرہ ابھی باقی ہو لہذا کتاب کو تیرہ

حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ناظرین اگر پسند کریں گے تو اس سلسلے کو اور وسعت دی جاسکتی ہے۔ جو تیسرے اعتدال سے بڑھ جائے وہ بُری۔ رعِ خوخال بڑھا حد سے وہ آخر سا ہوا۔

مذاق کی بھی ایک حد ہے نکھر اور سحر مذاق سب کو پسند ہے مگر رکیک فحش اور گندہ مذاق سبکی اور چھوڑے پن کی نشانی ہے جس سے ہندب لوگ ناک بھتوں چڑھانے اور نفرت کرتے ہیں۔ مثل مشہور ہے ”لوگ کا گھر کھانسی، ہانسی کا گھر پھانسی“ یعنی بسا اوقات ہنسی میں پھنسی، ہو جاتی ہے۔ اُلٹی آنتیں لگے پڑ جاتی ہیں۔ ایسی ہنسی کو ہمارا دور ہی سے سلام ہے ہنسی مذاق میں مخاطب کی پوزیشن کا لحاظ بھی ضرور ہے۔ مذاق اُسی حد تک روا ہے کہ ناگوار خاطر نہ ہو۔ ورنہ اس میں کیا مزہ ہے کہ

بچ کی جب گفتگو ہونے لگی * آپ سے تم تم سے تو ہوے لگی
چاہیے پیغام سرِ دونوں طرف * لطف کیا جب دو مدعوئے لگی
باتوں ہی باتوں میں گالی گلوچ پر اتر آنا۔ لیا ڈٹی یا ہاتھ پائی تک بوبت
پونہینا شہدوں اور یوں کا کام ہے سرفار ایسی صحبتوں سے کانوں پر ہاتھ
دھرتے ہیں۔ حالی کی رباعی ہمیشہ یاد رکھیے۔

عشرت کا شمر تلخ سدا ہوتا ہے * ہر قہقہہ پیغام بکا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہوں میں * کہتا ہوں کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

مذاق لطیفوں کی جان ہو میں نے حتیٰ الامکان مذاقِ سلیم سے کام لیا ہے اور
بذاقِ فحش سے گریز کیا ہے مگر پھر بھی شوخی اور چلبلا پن جو اصل چیز ہے
کہیں نہ کہیں اپنی جھلک دکھائے بغیر نہیں رہا۔ ناظرین اگر ان لطائف
کو پڑھ کر خوش ہو گئے تو میں بھی خوش ہو گیا۔

ان تین حصوں کے علاوہ چھوٹی موٹی حکایتوں اور نقلوں اور چٹکلوں کے
بھی تین حصے حکایاتِ لطیفہ کے نام سے لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی پڑے
چڑیا کی معمولی کہانیاں نہیں ہیں ہر کہانی یا سنی مذاق کی مانی مہانی ہے۔
جو دل آویزی اور دل چسپی میں لاثانی ہے۔ اس کتاب کے ساتھ اگر وہ تینوں
حصے بھی ملاحظہ ہوں تو آپ کی خوش مذاقی سے بعید نہیں۔

قبل اس کے کہ میں اس دیباچے کو ختم کروں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نورتن
اکبری میں سے راجہ سیر بل اور ملا دوپیارے کے نام ایسا
کون شخص ہے جس نے نہ سنے ہوں۔ ہمارے لطائف اور حکایتوں کی
جان یہی دو صاحب ہیں لیکن کتنے لوگ ہیں جو ان دونوں نامور
اربابِ کمال کا کچھ حال جانتے ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ سو میں پانچ
بھی نہیں، لہذا ان سے تعارف کر دینا بھی میرا فرض ہے۔ ان کی
سوانح عمری لکھنے کو جداگانہ کتاب کی ضرورت ہی یہاں
صرف روشناسی کافی ہے۔

عدم کا فائدہ چُپ چاپ اس طرح ہر حال کسی کے کان میں مانگ رہا نہیں آتی
 مسافر ان عدم کیسے نیند سوتے ہیں پکارتا ہوں کسی کی صدا نہیں آتی
 اکبر اعظم کے دورِ حکومت کو ہندوستان کی خاکِ قیامت تک
 نہیں بھوئے گی۔ وہ رنگیں دور جب ہندوستانِ مجتبیٰ ستان
 کہلاتا تھا! جب وطن کے باغوں میں چلنے والی ہوائیں امن کی جھلک
 لٹاتی پھرتی تھیں! جب بھارت کی گل زمینِ مجتبیٰ کے پھول کھلے یا
 کرتی تھی! اور جب یہاں کے شفاف آسمان پر رحمت کی کرنیں
 برسائے والے ستارے جگمگاتے تھے!

جب یہاں کی کانیں زرخیزیاں کی پھلواریاں نمونہ فردوس، اور یہاں
 کی ندیاں جواہر آفریں تھیں! جب یہ وطنی اتحاد جس کی آج تمنائیں
 کی جا رہی ہیں، سادوں کی گھٹاؤں کی طرح ہر جگہ خلوص کے موتی
 برساتا تھا۔ اور جب یہاں کے رہنے والوں کے سینے ایک دوسری
 کے مجتبیٰ سے آیا دیکھے! کیوں کہ یہاں اکبر، مغلیہ خاندان کا
 سب سے بڑا رکن فرماں روا تھا۔

ہمالیوں کی عاشقانہ شادی کو دیکھو! اور اس عہد کی طوائف
 الملکی پر غور کرو! ادھر افغانوں کے حملے اُدھر بھائیوں کی دشمنی
 ایک طرف کموں دوسری طرف کھائی! مگر پھول جنگل میں کھلے

یا باغ میں، فطرت اس کی مشاد ایہوں کے لئے کوئی نہ کوئی
 بادل ضرور بھیج دیتی ہے۔ خدا کی شان ادھر تو ۹۴۹ء میں
 اکبر پیدا ہوا ادھر ہمالیوں کی بیوی سمیت ہندوستان سے
 باہر جانا پڑا۔ لیکن اسے اکبر کی ملند اقبالی کہنا چاہیئے کہ ظالم
 چچاؤں کے گھراس کی پرورش کے پھولوں بھرے رمنے بن گئے
 اور آخر ایک دن ایسا آیا کہ یہ اقبالی مند بچہ ۹۶۳ء میں ہندوستان
 کے تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا۔ ایک چودہ برس کا امی شہزادہ
 اور ہندوستان کی حکومت کا قیام و انتظام، اتالیخ اس کی مثال
 سے خالی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ ابتدا ہی سے
 ہندوؤں سے اپنایت پیدا کرنے کا تمنائی تھا اور جس طرح بھی
 ہو سکا وہ برابر اسی سیاست کو کامیاب بنانے میں کوشش
 کرتا رہا۔ یہی حکمت تھی جس کی بدولت اس کی حکومت ہمیشہ
 پھلی پھولی اور اس کے اقبالی کے گھزاروں میں کسی زوال کی
 خبر اس نہیں آئی! یہاں تک کہ ۱۶ جہادی الاحمر ۱۵۵۷ء کو آگرہ میں
 دُنیائے انتقال گر گیا۔ اس کے ہمد کا تمدن، نظام حکومت، قواعد
 ملکی، ضوابط قانون اور ترقی علوم و فنون کے حالات تاریخوں میں
 پڑھئے اور اُس کے علمی ووق، علماء و فضلاء کی قدر افزائی اور ایسے

ہی دوسرے امور کی بے اختیار داد دیجئے۔ اسے جیسے درباری ملے وہ بجائے خود ایک خوش نصیبی ہی اور یہ واقعہ ہو کہ اس کی کامیابی کا اس کے امر اور بھی بڑی حد تک دار و مدار تھا۔ جن میں یہ نوہر تین مخصوص تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) ہمیشہ اس راجہ بیربل کوئی انہیں برہمن لکھتا ہی کوئی بھاٹ! کچھ بھی ہوں، مگر تھے قسمت کے چنی کہ بسے عالیجاہ بادشاہ کے دربار میں سب آگے جگہ ملی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بادشاہ کو اڑکین سے ہی برہمنوں اور بھاٹوں کی طرف دلی میلان تھا شروع جلوس میں ایک برہمن بھاٹ منگتا، برہمن داس نام، کالی کی کارہنے والا جو بڑا باتونی اور سیانا تھا دربار میں حاضر ہوا اور اکبر کو اس کی باتیں کچھ ایسی بھائیں کہ درباری بنالیا پھر تہہ رتہ رتہ اُس نے اکبر کا سن بسا بھایا کہ راجہ بیربل ہو گیا۔ اس میں شک نہیں راجہ صاحب بہت چلے پڑے لطیفہ گو، بذلہ سخ اور زود فہم تھے۔ ان کی تیزی طبع سے اکبر بہت خوش ہوتا تھا اور کبھی ان سے جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ یہ اکثر جنگی مہموں پر بھی بھیجے گئے اور اسے ان کی خوش نصیبی کہنا چاہیے کہ معاملات کو اچھی طرح سلجھا کر آئے۔ بساطِ حکومت کا یہ مہر زیادہ تر ظرفیت کے خانے میں رہنا اور ہر وقت ہنسی مذاق کی باتوں سے بادشاہ کا دل پہلانا

سلطہ راجہ بیربل اور درباریادہ دونوں کے حالات رسالہ ہمایوں میں درج ہے

کی کہ اسرار اور سوسا بھی انہیں دل چسپی اور احترام کی نظر میں سے دیکھنے لگے۔

”ملا دو پیازہ“ بگنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہو کہ ابوالفیض فیضی نے ایک دفعہ دعوت میں ملا ابوالحسن کو بھی بلایا تھا اتفاق سے دسترخون پر ”دو پیازہ“ لایا گیا ملا صاحب نے جب اسے چکھا تو اس قدر مزے دار معلوم ہوا کہ بے چینی سے ہاتھ چلانے لگے۔ اور فیضی سے اس کھانے کا نام پوچھا، اس نے کہا ”اُسے دو پیازہ کہتے ہیں“ ملا صاحب بوئے آئندہ جس دعوت میں دو پیازہ نہ ہوگا میں اُس میں ہرگز شریک نہیں ہوں گا۔ چنانچہ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ انہیں ملا دو پیازہ کہنے لگے۔ ایک بار کسی تقریب سے اکبر کا سامنا ہو گیا اور ملا صاحب نے اپنی ظرافت طبع کا ایک نادر نمونہ پیش کیا تو اکبر نے انہیں اپنے دربار میں آنے جانے کی اجازت دے دی۔“

اگرچہ کیا بھول ہوتی ہو۔ لا حول ولا قوۃ نہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے ستمے نماز سختوانے روزے لگے پڑے۔ بہ مصداق من صنف استحدیث کے کہیں ہدف ملامت نہ بنوں، اور

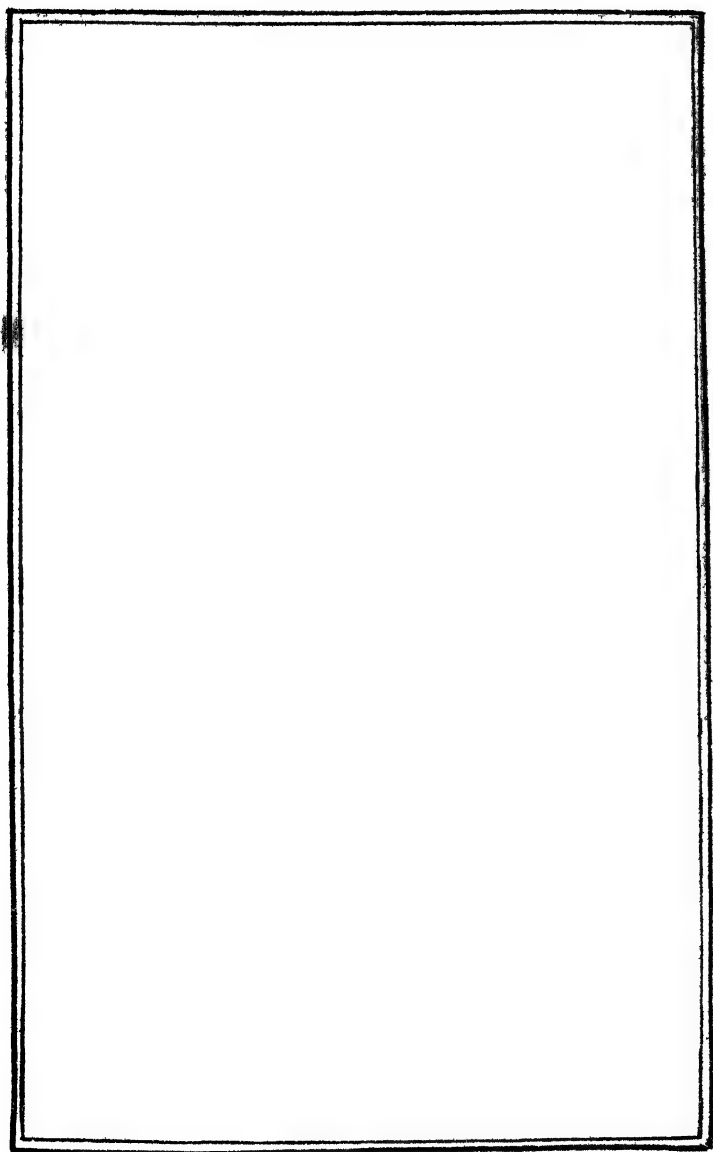
ٹٹول ٹٹال کے کوئی صاحب اعتراضوں کی بوچھاڑ نہ کر دیں۔ تو
 جناب من! یہاں پہنچے ہی سے ہم نے اپنی مونچھیں نیچی کر لی ہیں
 یہاں خود سرے ہی سے ”ڈھاک کے تین یا تہیں“ میں کس بے تے
 پر کودوں۔ میں اپنی اینج مدافنی اور بے بضاعتی کا قولاً و فعلاً و عملاً
 معترف ہوں لہذا ناظرین مجھے اُلجھاوے میں نہ پھنسانیں ہنسی
 خوشی کتاب کو پڑھیں پڑھائیں اور دعا کا ہاتھ میرے اٹھائیں۔
 جُز جوہری کیا جانے بھلا قدر جوہر
 سمجھے ہر سخن رس ہی سخن میری زباں کا

خاک ارب شیرِ غفرۃ

دہلی۔ جون ۱۹۲۵ء

نوٹ۔ جن صاحبوں کو حصہ اول پسند آئے اور دونوں حصے بھی منگالیں۔
 اور اسی کے ساتھ حکاماتِ لطفہ کے بھی تینوں حصے قابلِ ملاحظہ ہیں، ان
 میں بھی نہایت یرِ لطف دل جیسب، بامدق اور معنی حُرکاتیں اور نقلیں
 رُٹی تلاس اور کوشش سے جمع کی گئی ہیں۔ ۱۲





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طائف عجیبہ

(۱) ماں (حمیدہ) مجید کے حقے کی مٹھائی کیا کی؟

حمیدہ - وہ تو میں نے کھالی۔

ماں - تم اس کی مٹھائی کھانے والے کون تھے؟

حمیدہ - تم بے ہی تو کہا تھا کہ اپنے چھوٹے بھائی کا کام کر دیا کرو۔ میں نے اس کا یہ کام کر دیا۔

(۲) ایک صاحب اپنے دو بچوں کے لئے بازار سے ایک ہی سیب

لائے اور چھوٹی بچی سے کہا کہ تم اور تمہارا بھائی تمیز سے کھا لو۔

اسات تمیز کسے کہتے ہیں؟

باپ - یعنی چھوٹا آدھا تم لو اور بڑا آدھا بھائی کو دو۔
 لڑکی - آبا جان بھائی بڑے ہیں۔ آپ انہیں کو دیں وہ تمہیں سے بانٹ دیں گے
 (۳۳) ماں (خفگی کے بچے میں) رضیہ! تم کو جو کچھ نصیحت کی بات کہی
 جاتی ہو تم اس کا سنتی ہو اور اس کاں رڑا دیتی ہو۔
 رضیہ - تو امی جان اللہ میاں نے ہمیں پھر دوکان کس لئے دیئے ہیں؟
 (۳۴) ماسٹر (نقشے کی طرف اشارہ کرنے) بتاؤ نقشے میں پانی کہاں
 کہاں ہے۔ شاگرد۔ نقشے میں اگر پانی ہوتا تو بھیگ نہ جاتا۔
 (۳۵) مریم - آبا آپ نے کہا تھا کہ بڑے چھوٹوں کو مارا نہیں کرتے۔
 باپ - ہاں۔

مریم - اچھا آپ یہی بات میری اُستانی جی سے بھی کہہ دیجئے۔
 (۳۶) ایک گھر کے چند آدمی دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے
 نتھی سروری روٹی کے کنارے نوڑ نوڑ کے ایک طشتی میں رکھتی جاتی
 تھی۔ یہ بات دیکھ کر باپ نے نتھی سے کہا کہ جب میں تمہاری طرح چھوٹا
 تھا تو روٹی کے کنارے بہت شوق سے کھاتا تھا۔
 سروری۔ تو اب کون منع کرتا ہو۔ یہ لیجئے شوق سے کھائیے۔

(۳۷) ایک غریب آدمی اپنی چھوٹی سی لڑکی کو گود میں لئے کوٹھے پر کھلا
 رہے تھے۔ اتنے میں ایک جنازہ جاتا ہوا نظر پڑا۔ لڑکی۔ آبا جے کاہ؟

باپ - کوئی مر گیا ہو اُسے لے جا رہے ہیں۔

بیٹی (بھولے پن سے) کہاں لے جا رہے ہیں؟

باپ - ایسی جگہ لے جا رہے ہیں جہاں نہ چرغ ہو نہ پھوٹنا نہ کپڑے نہ کچھ کھانے کو۔ لڑکی - (گھبرا کر) تو لے سنا کہ ہی گھر کیوں نہیں لے آتے؟
(۸) لڑکی - اچھی آباہم کو ایک باجہ لا دو نا۔

باپ - باجہ تو لا دوں مگر تم ہر وقت بجا بجا کر میرے کام میں حرج ڈالو گی۔
لڑکی - نہیں آبا جان - میں اُسے جب تم جاؤ گے جب ہی بجاؤں گی۔
(۹) لڑکی (سکول سے آکر) اتی! اتی! ہماری اُستانی جی کچھ نہیں جانتیں - ماں - تم نے کیوں کر جانا۔

لڑکی - وہ سارے دن لڑکیوں ہی سے پوچھا کرتی ہیں کہ خدا نے چاند سورج تارے کیوں بنائے - میں نے کیوں کر برساتا ہوں۔

(۱۰) ایک باتوں لڑکی - اتی - لو اور دیکھو تمہارے سر میں ایک سفید بال؟
ماں - تمہاری بکواس سے ہی پریشان ہو کر میرے بال سفید ہو رہے ہیں۔
لڑکی - تو شاید بچپن میں آپ بڑی شریر ہوں گی - جب ہی نانی اماں کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے ہیں۔

(۱۱) لڑکا - اول - اول - اول

ماں - رو کیوں رہا ہو۔

لڑکا۔ آج صبح میرے سر میں چوٹ لگ گئی تھی۔

ماں۔ تو اب کیوں رو رہا ہے۔

لڑکا۔ اس وقت میں کھیل میں تھا۔

(۱۲) ایک بچہ دوپہر کو سونے لیٹا اور گھڑی نے ٹن ٹن باہر بجانے شروع کیے۔

لڑکا۔ اماں! گھڑی سے کہو غل نہ مچاتے۔

ماں۔ کہیں گھڑی کے بھی کان ہوتے ہیں۔

لڑکا۔ تو آبا ہر روز یونہی گھڑی کے کان مروڑا کرتے ہیں۔

(۱۳) ایک چھوٹے سے بچے کو ماں مارنے کو موڑی وہ جھٹ پلنگ

کے تے جا گھسا تھوڑی دیر میں اس کا باپ باہر سے آیا اور بچے کو

نکلانے کو پلنگ کے تے گھسا۔ بچہ (سہمی ہوئی آواز سے) آیا۔ کیا تھیں

بھی اماں مارتی ہیں؟

(۱۴) باپ۔ بتاؤ تمہاری جماعت میں سب سے سست لڑکا کون ہے؟

لڑکا۔ مجھے کیسے معلوم ہو؟

باپ۔ اچھا یوں بتاؤ۔ سوال نکالتے وقت کون خالی بیٹھا اور دھڑکھڑ

دیکھتا رہتا ہے۔ لڑکا۔ ماسٹر صاحب۔

(۱۵) باپ۔ کیوں جی آج تم سویرے کیسے آگئے۔ شاید سکول سے

بھاگ آئے۔ بیٹا۔ (حوش ہو کہ ہجی نہیں۔ آج چارے ماسٹر صاحب مر گئے۔
(۱۶) ایک چھوٹے سے لڑکے کی جوتیاں گم ہو گئیں۔ سارا گھر چھان مارا
کہیں نہ ملیں۔ تب وہ باپ کی کتابوں کی لٹاری میں جا گھسلا اور ایک
موٹی سی کتاب (ڈکشنری) نکال کر اس کے ورق اُلٹ پلٹ کرتے دکھا۔
باپ۔ کیا کر رہے ہو؟

بیٹا۔ میری جوتیاں کھو گئی ہیں وہ ڈھونڈتا ہوں۔

باپ۔ کیا سڑی ہو۔ کہیں کتاب میں بھی جوتیاں ہوتی ہیں؟

بیٹا (بھولے پن سے) آبا جان! آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہو
آپ اسی کتاب میں ڈھونڈتے ہیں اور وہ مل بھی جاتی ہو۔ تو کیا
میری جوتیاں نہیں ملیں گی؟

(۱۷) باپ (میز پر سے قلم اٹھا کر) خدا جانے کون میرے قلم کی پتی
روز خراب کر دیتا ہو۔

بھولا بچہ۔ آبا کل جب میں تختی پر لکھ رہا تھا تب تک تو آپ کا
قلم خوب چلتا تھا۔

(۱۸) ماں (لڑکی سے) میں نے تمہیں ایک سنگتہ دیا تھا اور کہہ دیا
تھا کہ تم اور بھائی بانٹ کر کھا لینا۔ کیا تم نے کھا لیا؟
لڑکی۔ ہاں میں نے جب ہی بانٹ کر کھا لیا چھلکا چھلکا تو سارا میں نے

بھائی کو دے دیا۔ صرف گودا میں نے کھا لیا۔

(۱۹) ایک بچہ دو کی گولی کسی طرح نہ نگھتا تھا۔ ماں نے وہ سیدکے مرتبے کی قاش میں رکھ کے دے دی اور کچھ دیر کے بعد پوچھا۔ کیوں میاں تم نے مرتبہ کھا لیا۔

بچہ۔ ہاں اماں کھا لیا مگر اُس میں جو گٹھلی تھی وہ پھینک دی۔
(۲۰) ایک امیر نے اپنے سائیس کے نوٹے کو دھکا کر کہا کہ تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔

لڑکا۔ ہجور جانتا ہوں۔ تم وہی ہو جو میرے باپ کی گاڑی پر سوار ہوتے ہو۔
(۲۱) (ایک انگریزی دوا فروش سے) مجھے ایک خالی شیشی چاہیے۔
دوا فروش۔ خالی شیشی دو آنے کو ملے گی لیکن اگر آپ اُس میں کوئی چیز ڈال کر لیں تو شیشی کی قیمت نہ لی جائے گی۔
گاہک۔ اچھا تو شیشی میں پانی ڈال کر دے دو۔

(۲۲) طالب العلم۔ ماسٹر صاحب آپ کے بڑھانے کی فیس کیا ہے؟
ماسٹر۔ میرے بڑھانے کی فیس پہلے پینے دس اور دوسرے پینے سے پانچ روپے ہوگی۔

طالب العلم۔ تو میں دوسرے پینے ہی سے پڑھنا شروع کروں گا۔
(۲۳) باپ لڑکے سے کیوں جی جیٹ کیھو سکول میں تمہیں چار پانچ

نمبروں سے زیادہ نہیں ملتے۔ آخر یہ بات کیا ہو؟
 لڑکا۔ آبا میں کیا کروں سکول میں لڑکے اس قدر ہیں کہ جب میری
 باری آتی ہو تو سارے نمبر خرچ ہو کر تھوڑے ہی سے پتختے ہیں۔

(۲۴) آبا جان۔ آپ کو فرصت ہو؟ باپ۔ کیوں کیا کام ہو؟

لڑکا۔ مجھے ذرا ہیٹ دیجئے۔ باپ۔ وہ کیوں؟

لڑکا۔ آپ مجھے دریا پر جا کر نہانے پر مارتے ہیں اور آج میرا دل نہاں
 جا کر نہانے کو بہت چاہ رہا ہو۔ آپ پہلے ہی سے مجھے مار لیں تو آپ
 اپنے فرض سے ادا ہو جائیں اور میں بھی بے فکر ہو کر خوب اطمینان
 سے نہاؤں۔

(۲۵) استاد شاگرد سے۔ کل تم مدرسے کیوں نہیں آتے۔

شاگرد۔ جناب میرے دانت میں درد تھا۔

استاد۔ پھر اب آرام ہو؟

شاگرد۔ خبر نہیں کیوں کہ میں نے وہ دانت اکھڑا دیا اور دانت
 بنانے والے نے دانت اپنے پاس رکھ لیا۔ اب خدا جانے اس
 میں درد باقی ہو یا نہیں۔

(۲۶) ماں۔ کیوں بیٹا تم گھر میں تو بڑی اودھم مچاتے ہو کیا مدرسے
 میں بھی ایسی ہی شرارت کرتے ہو؟

لڑکا۔ جی نہیں اول تو میں دیر میں پونہ چلتا ہی ہوں پھر تھوڑی دیر
کتابیں کو الٹ پلٹ کر کے سیدھا گھر چلا آتا ہوں۔

(۲۷) چنبا لڑکوں کا ایک کتے کے پٹے پر جھگڑا تھا آخر یہ طر پایا کہ جو
لڑکا سب سے زیادہ جھوٹی بات کہے وہی لے جائے۔ لڑکے گپ ہانکنے
میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ
کہتے ہیں ایک اور صاحب لکھ پونچھے اور لڑکوں کا جھگڑا سن کے
کہتے لگے کہ جب تمہاری عمروں میں تھا تو جانتا بھی نہ تھا کہ جھوٹ
کسے کہتے ہیں یہ سن کر ایک چھوٹا سا لڑکا بول اٹھا کہ واہ جنبا
واہ یہ آپ ہی کا قصہ تھا، پس قبل یہ بلا آپ ہی لے جائیے۔

(۲۸) ماسٹر تمہارے بدن میں کتنی ہڈیاں ہیں؟
شاگرد۔ ایک سو آٹھ۔

ماسٹر۔ نہیں ایک سو سات۔

شاگرد۔ میں آج مچھلی کی ایک اور ہڈی نکل آیا ہوں۔

(۲۹) اماں اگر کوئی آپ کی کوئی چیز توڑ ڈالے یا کچھ نقصان کرے
تو آپ اسے کیا منر دیں گی؟

ماں۔ میں اسے کان پکڑ کر گھر سے نکال دوں گی۔ تو اماں اس منر کے
مستحق آبا جان ہیں کیوں کہ انہوں نے آپ کا آئینہ توڑ ڈالا۔

(۳۳) باپ (بیٹے سے) تم بڑے کاہل ہو، تمہاری عمر میں جاب و کسٹن اپنی جماعت میں اول رہتا تھا۔

میٹا۔ اور آپ کی عمر میں وہ بادشاہ تھا اور آپ صرف کپتان ہی تھے۔

(۳۴) ایک کانے ماسٹر صاحب فرط نے لکے کہ میں سکول کے تمام لڑکوں سے چاہے وہ کسی قوم اور مذہب کے ہوں یکساں رہتاؤں گرتا ہوں۔ ایک شوخ لڑکا بول اٹھا۔ جی ہاں درست ہے شک آپ سب کو ایک ہی آنکھ دیکھتے ہیں۔

(۳۵) ایک ماسٹری گنڈ ذہن لڑکے کو حساب کا ایک سوال سمجھا ہے تھے مگر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا آخر ماسٹر مثال دے کر یوں سمجھانے لگا اگر تمہارا باپ کسی سے چھ سو روپیئے اس شرط پر قرض لے کہ سو روپے ماہوار ادا کرتا رہے گا تو بتاؤ چھ مہینے بعد اس کا کتنا قرض باقی ہے گا لڑکا۔ جناب پورے چھ سو۔ ماسٹر۔ وہ کس طرح۔

لڑکا۔ میرے باپ نے قرض لے کر کسی کو آج تک ایک جیٹر بھی نہیں دیا۔ (۳۶) ایک پروفیسر تعلیم پر لکچر دے رہے تھے۔ اثنائے تقریر میں فرمائے لگے کہ نہ معلوم میں اس دنیا میں کیوں پیدا ہوا، ایک شوخ طالب العلم بول اٹھا خیر یہ تو جو کچھ ہوا بُرا ہوا، اب اس کا کیا افسوس، آپ آگے چلیے

(۳۷) ایک میر صاحب سیلی کچلی ترکی ٹوٹی اوڑھے جا رہے تھے۔ رستے میں ایک دوست مل گئے۔ انہوں نے کہا ”یار خدا کے واسطے اس ٹوٹی کا بیج تو بدلو“ میر صاحب تعجب سے بولے کیا اس ٹوٹی کے تین بیج ہیں۔

(۳۸) ایک جنٹلمین سے کسی نے کہا آپ الٹی جڑائیں کیوں پہنے ہیں اس نے جواب دیا اس طرف سوراخ تھا۔
(۳۹) کسی انگریزی داں صاحب نے جنٹلمین کے معنی شریف آدمی بتلائے۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ غلط، جنٹلمین پاخانے کو کہتے ہیں کہا آپ نے ریل سیٹشنوں پر لکھا ہوا نہیں دیکھا؟

(۴۰) دو بیا کے کنارے چار صاحب نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اُن میں ایک امام تھا تین مقتدی۔ اتفاقاً دریا میں مچھلی کو دھونے کی آواز آئی ایک مقتدی اُس کے دھماکے سے چونکے اور بے اختیار بول اُٹھے در در بیا کھڑ بڑ کھڑ بڑ چسیت؟ دوسرے نے کہا پتی باشد یا خرگوش تیسرے صاحب نے کہا در نماز بولیدن حرام است۔ سب سے آخر امام صاحب نے فرمایا ”شکر خدا کہ من نہ بولیدم“

(۴۱) ایک فوجی سپاہی یاروں میں بیٹھا اپنی بہادری کی ڈینگیں مار رہا تھا باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ فلاں لڑائی میں ہم نے دشمن کے ایک

سپاہی کی ٹانگیں کاٹ لیں۔ ایک دوست بولے "اے میاں !
ٹانگیں کاٹنے سے کیا فائدہ؟ سر کاٹا ہوتا تو کچھ بات بھی تھی سپاہی
بولے۔ یار اُس کا سر تو پہلے ہی کٹ چکا تھا۔

(۴۲) ایک شخص کسی دندان ساز کے پاس دانت بنوانے گئے اور
بیٹھتے ہی ہنڈا سامنے کھول دیا۔ دندان ساز نے کہا "مٹہ زیادہ نہ
کھولئے، میں باہر ہی بیٹھ کر دانت بناؤں گا۔

(۴۳) ایک شخص ڈاکٹر سے۔ "میں اس قدر موٹا ہو گیا ہوں کہ بوٹ
کے تسے باندھنے کو جھک بھی نہیں سکتا فرمائیے کیا کروں؟"
ڈاکٹر "سیلپر پہنیئے۔

(۴۴) ایک ظریف نے ایک گھنٹہ خریدا، کچھ دنوں بعد وہ بند ہو گیا
کھڑکی کھول کر دیکھی تو اُس کے اندر ایک چوہا مرا پڑا تھا۔ جھٹ بیوی
کو پکار کر کہنے لگے۔ "دیکھو، بیوی! گھنٹے کا انجنیر مر گیا تب ہی تو
یہ چلتے چلتے ایک دم رُک گیا۔

(۴۵) ڈاکٹر (مریض سے) میں بیمار کی صرف آنکھ دیکھ کر مرض کی
تشخیص کر لیتا ہوں۔ دیکھتے آپ کی داہنی آنکھ سے صاف ظاہر ہو
کہ آپ کے گردے خراب ہیں مریض! جی معاف فرمائیے! میری
داہنی آنکھ شیشے کی مصنوعی ہے۔

(۴۶) ایک بیوقوف نے اپنے باغ میں ایک بڑا سا ڈھیر مٹی کا پڑا دیکھا جو بدنام تھا۔ مالی کو حکم دیا کہ فوراً ایک گڑھا کھود کے اس مٹی کو بھر دو۔ مالی۔ اور اس گڑھے کی مٹی کہاں جائے گی؟ کہنے لگے تو بھی بڑا حقیقی ہو ارے ایک گڑھا اور کھدوا دینا۔

(۴۷) ڈاکٹر کیا آپ کا بیٹا ہمیشہ ہکلاتا ہو۔

باپ۔ جی نہیں صرف بات کرتے وقت۔

(۴۸) ڈاکٹر۔ دو اپنی کے بعد پیاس تو نہیں لگی؟

مریض۔ جی لگی تھی، میں نے ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا پی لیا۔

ڈاکٹر۔ مگر میں نے گرم پانی بتایا تھا۔

مریض۔ خیر مضائقہ کیا ہو وہ ایک ہی بات ہو میرا پیٹ سینکے گا۔

(۴۹) ایک شخص اپنے دوست سے۔ تمہارا باپ بڑا کنجوس ہو، اس

کی موچی کی دکان ہو تم کو ایک بوٹ تک بنا کر نہیں دیتا۔

دوست اور تمہارا باپ میرے باپ سے بھی بڑھ کر ہو۔ وہ دندان ساز

ہو۔ ساری دنیا کو دانت بنا کر دیتا ہو۔ مگر تمہارے چھوٹے بھائی

کو دانت بنا کر اب تک نہیں دیئے۔

(۵۰) دولہ کے آپس میں یوں مذاق کر رہے تھے۔ ابے یار تیرا

باپ قصائی ہو۔ تیرا چہرہ سیتلا کا منڈ ہو پاؤ بھر قہر لے کر رو نہیں کھاتا

دوسرا۔ اور تیرا باپ قلعی گڑ ہو مگر تیرے کالے کلوٹے سیاہ بھٹ
چہرے پر ایک پُچارا قلعی کا نہیں پھیر دیتا؟

(۵۱) لالہ جانندھری بل کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ پنڈت جی سے
نام پوچھنے گئے۔ پنڈت نے کہا آپ کے کوئی اور بال بچہ بھی ہو؟
اگر ہو تو نام بتائیے کہ اُس سے ملتا جلتا نام رکھ دوں۔ لالہ جی،
میرے دولہے ہیں ایک کا نام ”لاہوری“ ہو دوسرے کا ”پشوری“
پنڈت جی۔ تو لونڈیا کا نام ”راول پنڈی“ رکھ دو۔

(۵۲) تحصیل دار (گنوار سے) کیا گاؤں میں تمہارے سامنے آگ لگی
تھی؟ گنوار۔ جی ہاں۔ تحصیل دار۔ پھر کچھ بچا بھی؟ گنوار صرف
آگ بجھانے کا انجن کیوں کہ وہ بعد میں آیا تھا۔
(۵۳) گھوسن۔ بیٹا! تم کبھی جھوٹ نہ بولا کرو۔

لڑکا۔ اماں! اگر کوئی پوچھے کہ تم دودھ میں پانی ملا تے ہو تو؟
گھوسن۔ تو کہہ دیجو، نہیں، لڑکا۔ مگر تم تو ملا تے ہو نا۔
گھوسن۔ میں تو پانی میں دودھ ملا تے ہوں۔

(۵۴) ایک لڑکا دریا میں تیرنے کے لیے جلے لگا چلے وقت
اُس کے باپ نے رد کا۔ مگر لڑکے نے نہ مانا اور چل دیا اس باپ کو بہت
غصہ آیا اور کہنے لگا۔ اچھا! جاتا تو ہو، اگر ڈوب گیا تو اتنا پیٹوں گا کہ یاد کرے گا۔

(۵۵) سیوی۔ تم میرے بچے کو اتنے زور سے کیوں ہلا رہے ہو؟
 میاں۔ آج یہ بغیر بلائے دوائی گیا اور ڈاکٹر نے کہا تھا، خوب ہلا کر دوائی چاہئے۔
 (۵۶) ہوٹل کا خدمت گار۔ جناب کھانے کے دام کھانے سے پہلے
 دے دیجئے۔ مسافر۔ کیوں؟

خدمت گار۔ فقوڑے دن ہوئے کہ ایک صاحب کے حلق میں ہڈی
 پھنس گئی اور وہ مر گئے۔ ہوٹل کے مینجبر نے اس کے دام میری تنخواہ
 سے کاٹ لئے۔ جب سے میں ہوشیار ہو گیا ہوں۔

(۵۷) ایک صاحب اپنے کسی دوست کے بچے کے واسطے ایک
 خوب صورت سا کھلونا لائے۔ کئی دن کے بعد جو ملاقات ہوئی تو پوچھنے
 لگے۔ کہتے بچہ کھلونے سے کچھ خوش بھی ہوا؟ دوست نے کہا اس قدر
 خوش ہوا کہ اس کا روعن تک چاٹ گیا۔

(۵۸) ایک صاحب کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ فرمائشوں کی بھرمار
 ہوتی، کسی نے کہا ہمارے بیٹے یہ لانا کسی نے کہا وہ ایک بڑھیا نے دو
 پیسے نکال کر دے کہ میاں میرے نواسے کے لئے کوئی کھلونا لیتے
 آنا۔ مسافر۔ کھیلے گا تیرا ہی بچہ۔

(۵۹) ایک شخص روزوں کا بڑا چور تھا مگر سحری کبھی ناغہ نہ کرتا تھا لوگوں
 نے جب بہت اڑے ہاتھوں لیا تو کہتا کیا کہ روزے نہیں رکھتا تو کیا

سحری بھی نہ کھاؤں کیا بالکل ہی کا فر ہو جاؤں؟

(۶۰) ایک صاحب روزے نہ رکھتے تھے۔ لوگوں کے کہنے سننے سے

بہ مشکل ایک روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ سحری کے لیے دودھ آیا وہ چھینکے

پر رکھ دیا۔ کہیں بتی کی نظر پڑ گئی وہ سارا دودھ پی گئی۔ جب سحری کا وقت

آیا تو دودھ نہ دار۔ معلوم ہوا کہ بتی چٹ کر گئی۔ تب آپ نے کہا

”جس نے سحری کھائی ہے روزہ بھی می رکھے گا۔“

(۶۱) ایک رئیس اور اُن کا صاحب زادہ شکار کو گئے۔ گرنی جب

نوریا دہ ہوئی تو دونوں نے اپنے اپنے بھادے خدمت گار کے کندھے

پر ڈال دیئے اور کہا کہ اب تو تم پر ایک گدھے کا بوجھ ہو گیا۔ نوکر

حاضر جواب تھا۔ جواب دیا ”مجھے نہیں دو گدھوں کا۔“

(۶۲) ایک بے ملک کے نواب اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ قریب کی

دولاد میں سے ایک سانپ نکلا۔

نواب صاحب۔ (گھبرا کر بیوی سے) بلاؤ کسی مرد دے کو۔

بیوی (دبی آواز سے) آپ بھی تو مرد ہیں نا۔

نواب صاحب (کچھ سوچ کر) ہاں خوب یاد دلایا لاؤ ہماری بندوق۔

بندوق آتے آتے سانپ بل میں اُدھر گھسا نواب صاحب اُدھر

دبک گئے۔

(۶۳) کسی کا لڑکا تاریخ کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ باپ سے لوہوں نے پوچھا کہ کیوں فیل ہوا؟ باپ۔ ماسٹروں نے لڑکے کی پیدائش سے بہت پہلے کی باتیں پوچھیں جو دراصل اُس کے دادا سے پوچھنی چاہیے تھیں پھر فیل نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

(۶۴) ایک رئیس شہر میں سے گھوڑا دوڑاتے چلے جا رہے تھے چند سوار اُن کے ساتھ تھے کسی گنہگار نے اُن کو دیکھا اور چپ ہو رہا پھر دو تین دن کے بعد رئیس گھوڑا دوڑاتے اور پیچھے پیچھے خندارنی کے سواروں کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اتنے دنوں سے یہ سوار اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اب تک پکڑا فی نہیں دیا۔

(۶۵) ایک شخص کسی وکیل کے پاس گیا اور مقدمے کی ساری روداد سنائی۔ وکیل (اپنی عادت کے موافق) ساری باتیں آپ کے موافق ہیں آپ ضرور جیت جائیں گے۔

وہ شخص۔ تو جناب میرا سلام ہی؟ میں مقدمے سے باز آیا وکیل (حیران ہو کر) کیوں خیر تو ہو؟

وہ شخص۔ میں نے جو کچھ روداد بیان کی وہ میری فریق مخالف کے حالات تھے۔ (۶۶) کوئی بے وقوف ایک ہرن خریدے گھر لے جا رہے تھے۔ کسی نے رستے میں پوچھا۔ میاں کتنے کو لیا۔ آپ نے دسوں انگلیاں اور گیارھویں

زبان دکھائی۔ اتنے میں ہرن یہ جاوہ جا۔

(۶۷) ایک بیمار لڑکے کا باپ کئی دن کے بعد ڈاکٹر سے کہنے لگا کہ آپ نے چھٹس دن دو پڑیاں دی تھیں وہی اور دے دیجئے۔

ڈاکٹر۔ مجھے یاد نہیں، بتاؤ اُس کا رنگ کیسا تھا؟

باپ۔ مجھے رنگ کی کیا خبر میں کچھ غیب داں ہوں۔

ڈاکٹر۔ کیا تم نے وہ پڑیاں مریض کو نہیں کھلائیں؟

باپ۔ اہی جناب وہ تو میں نے بندھی بندھائی لڑکے کو نکلوا دیں اور یہی

آپ نے کہا تھا ہاں البتہ یہ میری بیوقوفی ہو کہ میں نے اُن کو کھول کر نہ دیکھا

(۶۸) ایک لالہ بھائی کسی پارٹی میں گئے جہاں انگریز اور میس بھی تھیں

یہ بیوقوف بار بار زبان نکال کے پان کی سرخی دیکھتے جاتے تھے میس اس

حرکت پر فول فول (بے وقوف) کے آوازے کسنے لگیں جب گھر میں

آئے تو لوگوں سے ذکر کیا کہ میری طرف اشارہ کر کے میس بار بار فول

فول کیا کہہ رہی تھیں۔ کسی ظریف نے کہا اہی آپ کو بھول کہہ رہی تھیں

لالہ صاحب بہت خوش ہو کر بولے ہاں ٹھیک۔ میری زبان کی سرخی

کو انہوں نے بھول کہا ہو گا۔

(۶۹) ایک صاحب (نئی نئی ملاقات کے بعد) حضرت میں نے کہیں آپ

کو دیکھا ہے؟ دوسرا شخص۔ ہاں ممکن ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ میں کئی سال

سے جیل کا داروغہ ہوں۔

(۱۰۷) کسی شخص نے ایک چور سے پوچھا کہ کیا بات ہو تم ہمارے دوست ہو چوری میں مارا تے ہو مگر تم ننگے کسے ننگے۔

چور۔ جس رستے آتا ہو اسی رستے جاتا ہو۔ علاوہ جو شخص محتسب اور مشقت سے جمع کرتا ہو۔ اسی سے جب وہ بے وفائی کرتا ہو تو پھر ہمارے پاس کیسے رہے گا۔

(۱۰۸) ایک صاحب۔ بھئی آج میری چھتری جاتی رہی۔ دوسرا۔ کیا کہیں بھول آئے۔

پہلا۔ جی نہیں۔ چھتری کے مالک نے سیکر ہاتھ میں دیکھ کر پہچان لی۔ (۱۰۹) میں نے فلاں شخص سے بڑھ کر آج تک کوئی کنجوس نہیں دیکھا وہ ایسا کنجوس ہو کہ کالر کا ایک ٹن تک نہیں خریدتا۔ اُس کی گردن کے پیچھے ایک بڑا سا مسٹہ ہو، اسی میں کالر کا کاج اٹکا دیتا ہو۔

(۱۱۰) ایک مسافر نے ہوٹل کے مینیجر سے شکایت کی کہ تمہارے ملازم نے بہت میلہ تولیہ دیا۔

مینیجر۔ یہ شکایت آپ ہی نے کی ہو اور کئی دن سے لوگ اسی تولیے سے منہ پونچھ رہے ہیں مگر کسی نے کچھ بھی نہیں کہا۔

(۱۱۱) ایک شخص (حجام سے) میں نے پچھلی مرتبہ تمہاری ہی دکان پر

خط بنوایا تھا۔ حجام۔ جی ہاں۔

وہ شخص۔ سچ میں پھر خط بنوانے آیا ہوں، مگر خط بنانے سے پہلے ذرا سی کلوروفارم مجھے شکر کھا دو۔

(۷۵) ایک شخص کہ یہ کے مکان میں رہتا تھا مگر سارا مکان بے طرح ٹپکتا تھا۔ ایک دن زور کی بارش ہوئی صحن میں تمام پانی کھڑا ہو گیا اور اس شخص کی ساری مرغیاں بھیگ کر مر گئیں۔ اُس نے مکان دار سے شکایت کی تو مکان دار نے صرف اتنا کہا کہ ”تم نے بطنیں کیوں پالیں؟“

(۷۶) ایک یورپین جنہیں اپنی اُردو دانی کا بڑا دعویٰ تھا ایک دن اردو کی ٹانگ توڑ رہے تھے۔ اور اس شعر کا مطلب بیان کر رہے تھے: ہم ہوتے تم ہوتے اور میر ہوتے: اُس کی زلفوں کے سبب میر ہوتے تھم۔ ٹم اور ہمارا خانساں میر سب کو بال کا رستی میں باندھ کر جیل کھانے کو بھیجنا مانگتا۔“

(۷۷) ایک انگریز اردو کا امتحان دینے گئے۔ ممتحن نے انگریزی میں پوچھا کہ اس بات کو اردو میں کیسے کہو گے۔ سائیس کو جو گھوڑا لے سائیس نے کھڑا ہوا اُس سے کہو کہ اس کو سایہ دار درخت کے تلے آؤ۔

انگریز نے انگریزی ہی میں جواب دیا کہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں خود درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سائیس کو اشارے سے بلالوں گا۔

(۷۸) دو شخص مدت کے بعد ملے ایک نے دوسرے سے کہا صاحب آپ کی صورت تو مجھے یاد ہی مگر نام یاد نہیں رہا لیکن ایک اور صاحب کسی سے کچھ عرصے کے بعد ایک دوسری جگہ ملے اور کہنے لگے کہ حضرت مجھے آپ کا نام تو خوب یاد ہی۔ مگر صورت ذہن سے اُتر گئی ہو؟

(۷۹) ایک صاحب بولے کہ میرے گھر کے قریب ایک عورت رہتی ہے میں اُسے مدت سے جانتا ہوں وہ پانچ برس کی تھی اور میری عمر پینتیس کی تھی یعنی میری عمر سات گناہ بڑی تھی۔ پانچ سال کے بعد وہ دس برس کی ہو گئی اور میں چالیس کا ہوا اب میری عمر اُس سے چار گناہ زیادہ تھی۔ بیس برس گزرنے کے بعد اُس کی عمر تیس سال کی ہو گئی اور میری ساٹھ یعنی میری عمر اُس سے دو چند رہ گئی۔ دیکھئے اب ہم برابر کب ہونے ہیں۔

(۸۰) دو دوست بیٹھے بے طرح گپیں مانتک رہتے تھے۔ ایک نے کہا میں نے ایک پہاڑ پر اس قدر سردی دیکھی کہ لفظ منہ سے نکلتے ہی جم کر زمین پر گر پڑتا تھا۔ بس جناب باتوں کو زمین پر سے اٹھا کر گھر میں لے جاتے اور وہاں کڑھائی میں ڈال کے چولھے پر چڑھا دیتے، جب خوب آبخ لگتی تو لفظ پگھلتے اور آواز پیدا ہوتی اور معلوم ہوتا کہ کسی نے کیا کہا تھا۔ دوسرا بولا یا رہم نے ایک شہر میں اس بلا کی گدھی دیکھی کہ وہاں

مرغیوں کو برف کی ڈلیاں کھلاتے تھے۔ کہ کہیں وہ کب تک اُڑ جائے
انڈیے نہ دیں۔

(۸۱) دواؤنی دن بھرا فیون کی بینک میں نہیں رہتے۔ جب رات
ہوتی تو ایک نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا ”یار دیکھنا چاند کیسا بھلا
معلوم دے رہا ہے“ دوسرا بولا۔ ”اُمّاں نشے میں ہو گیا، چاند کہاں بیٹا تو
سودج ہے“ اس پر دونوں میں بحث چھڑ گئی۔ آخر یہ طوطا پایا کہ کستی تیسرے
شخص سے پوچھنا چاہیے۔ تیسرے صاحب شرابی نشے میں چور گئے
اُن سے پوچھا۔ کیوں بھی بیچ بیچ کہنا آسمان پر چاند نکلا ہے یا سوج؟
وہ کچھ دیر تک آسمان کی طرف گھور کر بولے ”حضرت! کچھ سمجھیں نہیں
آتا۔ بات یہ ہے کہ میں اس شہر میں نیا آیا ہوں یہاں کے حالات واقف نہیں ہوں“
(۸۲) ایک بیچ نے ملزم سے کہا کہ تمہیں پھانسی کی سزا ملے گی۔

قیدی نے گھبرا کر جواب دیا اس سے مر جانا ہی بہتر ہو۔

(۸۳) آقا (نوکر سے) کیا تم سمجھتے ہو میں بے وقوف ہوں؟

حضور۔ میں کیا جانوں۔ میں تو گل ہی آیا ہوں۔

(۸۴) ایک عورت کی بھینس مر گئی وہ رونے پٹنے لگی۔ ہمسائی نے

ہمدردی کے خیال سے کہا ”ہن روتی کیوں ہو صبر کرو۔ ہماری تمہاری
قسمت میں اس کا لے دھن سے نفع اُٹھانا نہیں ہے۔“

پہلی نے (چوہا کسکر) بہن خیر کو تمہارا لکھا نقصان ہو گیا۔ ۸۸
ہمسائی - میری آج ہنڈ یا ٹوٹ گئی۔

عورت - تم بھی خوب ہو، کہاں میری ساٹھ روپیے کی بھینس کہاں
تمہاری ایک پیسے کی ہنڈ یا یہ سن کر ہمسائی نے جواب دیا یہ تو تم سچ
کہتی ہو مگر میرے گھر میں ایک پیسے کی ہنڈ ہی بغیر آج کھانا نہیں پکا
اور فاقہ ہو۔

(۸۵) تیم صاحب (تانگے والے سے) شہر میں طاعون پھیلا ہوا - شاید
تمہارے تانگے میں اس بیماری کے مریض آتے جاتے ہوں گے۔
تانگے والا - ڈر کی کوئی بات نہیں میں نے دونوں پہیوں کو ٹیکہ
لگوادیا ہے۔

(۸۶) ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ آدمی اپنی مرضی کے خلاف
کوئی کام ہتھیں کہتا۔ دوسرا آپ یقین مانئے کہ میرا بھائی اپنی
مرضی کے خلاف جیل میں چلا گیا۔

(۸۷) مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم نے پارلیمنٹ کی نمبر کی کمیٹی کے لیے
ایک صاحب کو ووٹ مانگا اُس نے کہا آپ کو ووٹ دینے سے میں
شیطان کو ووٹ دینا اچھا سمجھتا ہوں مسٹر جارج نے جواب دیا لیکن اگر آپ کے
دوست نمبر کی کمیٹی کے لیے گھر سے ہوں تب تو مجھے ووٹ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں

(۸۸) ایک شخص نے کسی سے پوچھا اگیوں جناب چاند کدھر سے نکلتا ہے؟
اُس نے جواب دیا یہ تو آپ جس بیوقوف سے پوچھتے وہ ہی بتا دیتا۔
وہ بولا۔ جب ہی تو آپ سے پوچھا ہے۔

(۸۹) ایک بادشاہ نے ایک شاعر کو ایک مرلے سا گھوڑا دیا وہ
رات ہی رات میں مر گیا صبح کو بادشاہ نے پوچھا کہو گھوڑا کیسا ہے؟
شاعر نے کہا اُس کی تیر روی کا کیا عرض کروں ایک ہی رات میں
اس جہان سے اُس جہان میں جا پونجا۔

(۹۰) ایک صاحب اشرف علی نامی نے اشرف گنج سے اشرفی بیگم کو
اشرفیاں بھیجیں۔ تو کرنے دروازے پر جا کر آواز دی۔ سر پھین،
اسر پھ علی صاحب نے اسر پھی بیگم کے لئے اسر پھین گنتے اسر پھیاں
بھیجی ہیں۔

اما۔ مومے اکہیں تو شین بولا ہوتا۔

نوکر۔ یہ شب شو لھا ہیں اور انہوں سے بیوی کو سلام کہا ہے؟
(۹۱) ایک فقیر نے کسی صاحب سے پوچھا کیا آپ کا بٹوہ کھویا گیا۔
انہوں نے جیب ٹٹول کے۔ جی نہیں میرا بٹوہ میرے پاس موجود ہے۔
فقیر۔ تو اس بٹوے میں سے خدا کے نام پر کچھ دلو ایسے۔

(۹۲) ایک صاحب۔ چھڑ بھی عجب پا جی ہیں اپیروں پر نہیں بولتے

جب دیکھو کان ہی میں آکر گنگنا تے ہیں۔

دوسرا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ جناب پیروں سے بھی سُن لیتے ہیں۔

(۹۳) ایک نوکر اپنے مالک کے بٹے دودھ لایا کرتا تھا اور خاطر خواہ پانی ملا کر لاتا تھا۔ ایک دن کسی نلے میں سے پانی ملا لیا اتفاقاً اس میں مچھلی کا ایک چھوٹا سا بچہ آگیا۔ اُقلنے پوچھا اُپے دودھ میں یہ مچھلی کیسی؟ نوکر۔ حضور یہ شیر مای ہو۔

(۹۴) کسی ماسٹر نے لڑکوں سے کہا کہ گھوٹے پر مضمون لکھ کر لاؤ۔ دوسرے دن باپ کیا دیکھتے ہیں کہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر صاحب زادے بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔

باپ۔ یہ لکھنے کی جگہ ہی اگھر میں بیٹھ کے کیوں نہیں لکھتے۔

لڑکا۔ آبا جان ماسٹر صاحب نے گھوڑے پر مضمون لکھنے کو کہا ہے۔

(۹۵) ایک دیہاتی شہر میں وارد ہوا۔ چھڑکاؤ کی گاڑی دیکھ کر کہے لگا کہ گاؤں والے تو بیوقوف کہلاتے ہی ہیں مگر شہر والے اُن سے بھی بڑھ کے احمق ہیں اس گاڑی میں پانی بھر کے لے جا رہے ہیں اور وہ ٹپک رہی ہے گھر پونچتے پونچتے تک سادی خالی ہو جائے گی۔

(۹۶) ایک ڈاکٹر صاحب کسی مریض کو دیکھنے گئے تین روپیہ فیس دی گئی انہوں نے دید و دانستہ زمین پر گرا دیئے۔ صاحب خانہ نے

پھر اٹھا کر دے دیئے مگر پھر دوبارہ گر کے ڈھونڈنے لگے صاحب خانہ نے پوچھا کیا ڈھونڈتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے دبی زبان سے کہا کہ فیس کے روپیے گر گئے تین تو مل گئے دو نہیں ملے۔ صاحب خانہ سمجھ گیا دو روپیے اور دے کر اُن کو رخصت کیا۔

(۹۷) ایک نوسمکھ طبیب نے مطب کھولنے سے پہلے کسی تجربہ کار حکیم سے مشورہ لیا اُنہوں نے کہا کہ تشخیص کو کبھی کسی خاص مرض پر محدود نہ کرنا بلکہ مریض سے گول مول بات کہنا کہ جگر و معدہ و دماغ کی کچھ خرابیاں مل کر یہ شکایت پیدا ہوئی ہے۔ ایسا کہنے سے تم کبھی چھوٹے نہ پڑو گے۔

(۹۸) ایک شیواری صاحب نے پٹوار گیری چھوڑ کے طبابت اختیار کی کسی نے اُن سے پوچھا کہ وہ طبابت کیسی چل رہی ہے؟ اُنہوں نے کہا خوب۔ دیکھئے وہ نیا قبرستان میری ہی بدولت آیا ہے۔

(۹۹) کسی سیر زادے نے ایک سیرانی کو روٹی ٹاپیرے پر نوکر رکھا۔ ایک دن مذاق کی سوچھی خدمت گار سے کہا آج روٹی کے بدلے طباق میں ایک حوتی رکھ دو کھانے کے وقت جب سیرانی نے طباق کھولا تو روٹی کی جگہ جھوٹی دیکھ کر تار گیا اور بولا چہ خوش! دو آپ کھالیں اور مسرے لیتے صرف ایک ہی پھوڑ دی۔

(۱۰۰) ایک خاں صاحب اور ایک سیرانی ہم سفر تھے۔ سرائے میں اترے

خاں صاحب چار پائی پر بیٹھے یہ بھی اُن کے برابر پانتی بیٹھ گیا خاں صاحب بگڑے۔ اے نفرے تو ہمارے برابر بیٹھتا ہو، نیچے بیٹھ نہ رہا تو گزری ہوئی۔ کچھ دنوں بعد خاں صاحب نیچے ہی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میرا قی کداں لے کر زمین کھودنے لگا۔ خاں صاحب نے پوچھا اے یہ کیا کرتا ہو؟ میرا قی حضور! زمین پر بیٹھوں تو برابر ہوگی۔ اس نے گڑھا کھود کر نیچے بیٹھوں گا۔

(۱۰۰) ایک میرانی سارنٹی لپیٹے بازار میں سے چلا رہا تھا۔ ایک ظریف نے پکارا 'میاں! اس لڑکی کا کیا لوگے؟'

میرانی۔ لڑکی کے بدلے لڑکی اور سو روپیہ بڑھو تری۔

ظریف۔ جب لڑکی کے بدلے لڑکی مانگتے ہو تو اضافہ چہ معنی؟

میرانی۔ میری لڑکی سُری ہوئی اور آپ کی بے سُری۔

(۱۰۱) ایک میرانی کسی جہان کے ہاں گیا انہوں نے ایک روٹی پر بہت سا ساگ رکھ کے دے دیا۔ میرانی۔ ذرا بچا ڈرا بھی دیجئے۔

جہان۔ بچا ڈرا کیا کرے گا؟ میرانی ساگ کھود کر بچے سے روٹی نکالو گی

(۱۰۲) ایک شخص دروازے پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ فقیر نے صدا دی کہ خدا

را کچھ دلوائیے۔ صاحب خانہ سائیں، اس وقت کوئی آدمی نہیں ہو

جو تم کو روٹی لا کر دے۔ فقیر تو ذرا سی دیر کو آپ ہی آدمی بن جائیے۔

(۱۰۴) ایک فقیر نے کسی دکان دار سے سوال کیا کہ خدا کے نام پر بابا پیسہ دلوائیے۔ دکان دار۔ میاں ہم دینے کے نام دروازہ بھی نہیں دیتے، ہاں اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو لینے کو لیتا رہیں۔
 فقیر۔ بابا ہمارے پاس سوائے لنگوٹی کے کیا دھرا ہو اس میں سے جو نکلے شوق سے لے لو۔

(۱۰۵) ایک فقیر ولایت کا دعویٰ کر کے بادشاہ کے پاس گیا بادشاہ نے پوچھا، اچھا بتاؤ خدا کیا کرتا ہو،

فقیر۔ اگر مجھ سے سوال کرنا ہو تو مجھے تخت پر بیٹھا کے پوچھو۔ بادشاہ تخت پر سے اتر پڑا اور فقیر کو بیٹھا دیا۔ اب فقیر بولا بس خدا یہی کرتا ہو، بادشاہ کو پست اور فقیر کو تخت دیتا ہو،

(۱۰۶) ابگ فقیر برہنہ بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ کا اُس کے پاس سے گزر ہوا۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے کچھ مانگو۔
 فقیر۔ مجھے مکھیاں بہت تنگ کرتی ہیں۔
 بادشاہ۔ یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔

فقیر۔ جب کبھی جیسی حقیر چیز بھی تیرے اختیار میں نہیں تو دے گا کیا؟
 (۱۰۷) ایک چور رات کو ایک فقیر کے گھر میں گھسا، بہتیرا ڈھونڈا مگر کچھ نہ ملا فقیر جاگتا تھا اُس نے چور سے کہا آرے دیوانہ ہوا ہو مجھے روز

رہن میں اس گھر میں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ تو تجھے رات میں کیا خاک سو جھے گا۔

(۱۰۸) ایک شخص نے کسی فقیر سے کہا کہ تم میسے کیوں مانگا کرتے ہو، نیک خصائل مانگا کرو۔

فقیر۔ ہمیں جو کچھ کسی کے پاس نظر آتا ہو وہی اُس سے مانگتے ہیں۔

(۱۰۹) ایک شخص ایک درخت پر چڑھ گیا بہتیری کوشش کی مگر اتر نہ سکا۔ آخر کار لال مچھکڑ کو بلایا انہوں نے ایک رستا اوپر بھینکا کہ اس کا ایک سر لکڑی میں باندھ لے۔ جب وہ باندھ چکا تو زور سے کھینچا وہ غریب دھڑم سے گرا اور دم نکل گیا۔ لوگوں نے کہا خوب! تو نے ہمارا آدمی مار ڈالا۔

لال مچھکڑ۔ میں نے کیا مار دیا اُس کی تقدیر یہی میں مرنا تھا۔ ورنہ میں نے اس کی ترکیب سے کئی آدمی کنوئیں سے نکلے ہیں۔

(۱۱۰) ایک فقیر نے کسی مکان پر جا کر آواز دی ”بابا! اللہ کے نام کچھ دلو“ اندر سے آواز آئی گھر والی موجود نہیں۔

فقیر۔ بابا میں روٹی مانگتا ہوں، گھر والی کو لے کریں کیا کروں گا۔

(۱۱۱) ایک بیوقوف کٹوری لے کر بازار سے تیل لانے گئے۔ جب کٹوری بھر گئی تو روکھن مانگی۔ دکان دار نے کہا کٹوری بھر گئی روکھن کہاں لوں

آپ نے جھٹ کٹوری اوندھا پیندی میں روکھن نے خوشی خوشی گھر چلتے ہوئے۔
 (۱۱۲) ایک آدمی نے پیسے کی ہناری لی۔ دیکھا تو کٹورے میں کھٹی پڑی
 ہوئی ہو۔ واپس آکر کہا ارے سیال کسی ہناری دی رہی اس میں کھٹی پڑی
 ہوئی رہی نان بائی۔ پیسے کی ہناری میں کھٹی نہ نکلے گی تو کیا ہاتھی کا پیچہ نکلے گا۔
 (۱۱۳) برسات کے تھے دن گاؤں کے باہر باہر کوئی ہاتھی گیا تھا۔ اُس کے
 پاؤں کے نشان دیکھ کر گاؤں والے متحیر ہوئے۔

لال جھکڑ سے پوچھا اُس نے کہا۔

بوجھ بوجھ لال جھکڑ اور نہ بوجھ کوئے چٹکی پاؤں یا ندھ کے ہر ناگوں ہونے
 (۱۱۴) چند بیوقوف چھلنی کا ایک ٹیرا ٹکڑا دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ
 کیا ہے جب سمجھ نہ سمجھ میں آیا تو لال جھکڑ سے پوچھا۔ وہ فرمے لگے۔

عقل بغیر نہ سمجھے کوئی ہم میں یوں تہلا چہ چاند پُرانا گر پڑا گھن نے لیا کھا
 (۱۱۵) دو بیوقوفوں نے ساجھے میں امک غلام خریدا۔ ادھوں آدھ
 کا حصہ تھا اتفاقاً غلام سے کوئی قصور سرزد ہوا ایک شریک اُسے
 مارنے لگا دوسرا مانع ہوا پہلے نے جواب دیا میں اپنے حصے کو مار رہا
 ہوں تم نہ بولو۔

(۱۱۶) بازار میں ایک غلام فروخت ہو رہا تھا اُس کے کام دھام کی
 بڑی تعریف تھی مگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی تھوڑا سا جھوٹ

بولتا ہوں۔ خبر لیجئے کہ کیا ہو گیا ہے اور خرید لیا۔ چند روز کے بعد بیوی نے پھر صاحب گھر واپس آئی کہ راتوں کو باہر رہتے اور دیر سے آتے ہیں۔ وال میں پچھ کالایا۔ غلام نے کہا میں خبر لاتا ہوں۔ اگر بیوی سے کہا کہ اُن کا تو نکاح ہو رہا ہو۔ بیوی بے چاری گھبرا کر کہنے لگی تو ہی کچھ تدبیر کر کہ یہ آفت سر سے ٹلے۔ غلام نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے تم میاں کی ڈاڑھی کا ایک بال مجھے لادو میں اب تعوید لادوں گا کہ وہ تمہاری پاؤں خاک ہو جائیں گے۔ بیوی نے کہا بال کیسے لادوں غلام بولا یہ کیا مشکل ہے جب وہ سو جائیں اُسٹری سے جھیکے سے ایک بال کسرت لیا۔ بیوی کی سمجھ میں کچھ بات آگئی۔ اُدھر میاں سے یہ جا لگائی کہ بیوی آپ کی جان کی لاگو ہیں ذرا آج ہشیا رسونا وہ آپ کا گلہ کاٹنے والی ہیں بیوی خالی الذہن تھی جب میاں کو ترسٹے لیتے دیکھا چپکے سے اُسٹر نکال چاہتی تھی کہ ایک بال تراش لے کہ میاں نے جو جاگ ہی رہا تھا تنوار نکال بیوی کی گردن اڑا دی۔ غلام صاحب کا یہ ذرا سا جھوٹ ہوا۔

(۱۱۷) ایک جلاپے کے لڑکے کا بتا۔ مٹکے میں گر پڑا اور گرتے ہی گھل گھل گیا لونڈے نے جھک کر مٹکے میں دیکھا تو اپنی شکل نظر آئی۔ دوڑا دوڑا باپ کے پاس گیا اور کہا کہ دیکھو میرا بتا اس لونڈے

نے جوشکے میں بیٹھا ہو چمین لیا۔ باوا جان طیش میں گئے اور جھٹک کر جو دیکھا تو اپنی شکل نظر آئی۔ کہنے لگے ذرا صاحب یہ اس طیش و فتنہ آپ کو شرم نہیں آتی کہ لونڈے کا بتا سہ چمین لیا۔

(۱۱۸) ایک بیوقوف کو کہیں رستے میں پڑا ایک آئینہ مل گیا۔ اٹھا کر جو دیکھتے ہیں تو اس میں شکل نظر آئی۔ فرمانے لگے ”معاف کیجئے، مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آپ کا ہے اور جھٹ دہیں رکھ کے چلتے ہوئے۔“

(۱۱۹) ایک جلاہے کا لڑکا کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا اسے بڑا ارمان تھا کہ دیکھوں گھوڑے پر کیوں کر چڑھتے ہیں چند دنوں کے بعد اس کی سزا دی ہوئی اور اسے گھوڑے پر چڑھایا۔ گھوڑا جو کودا تو اس کا آسن اُکھڑ گیا اور وہ گھوڑے کی گردن پر آ رہا۔ پھر گھوڑا کودا تو دو لھامیاں گھوڑے کے سر پر تھیں تیسری دفعہ جو کودا تو یہ زمین پر تھیں۔ یاروں نے پوچھا کہ تجھے تو گھوڑے کی سواری کا بڑا شوق تھا گر کیسے گیا۔ اس نے جواب دیا کہ بھائیو! جب گھوڑا ہی ختم ہو گیا تو میں بیٹھا کس پر رہتا۔

(۱۲۰) دو جلاہے کشتی میں سوار تھے کہ کشتی طوفان میں آگئی۔ ایک جلاہا گھبرا کر بولا کہیں کشتی ڈوب نہ جائے دوسرا بولا کہ ڈوب جائے تو ہماری تمہاری بلا سے کشتی ڈوبنے کا غم کشتی والے کو ہونا چاہیئے نہ کہ ہم کو۔

(۱۳۱) ایک افیونی ریوڑیاں ٹھکانے ہوئے چلے جاتے تھے کہ اتفاق سے ایک ریوڑی گر گئی۔ آپ چرانغ لے کر ڈھونڈنے لگے۔ لوگوں نے بوجھاخصت کیا گر گیا۔ آپ بوے ریوڑی انہوں نے کہا تھیں ملو تو چلنے بھی دولیسی کون سی بڑی چیز ہو۔

افیونی۔ جی ریوڑی کا غم نہیں گئی تو بلا سے گئی اندیشہ اس بات کا ہو کہ کسی بے درو کے پالے پڑی تو خدا جانے کس بے دروی سے بجا جائے۔
(۱۳۲) ایک افیونی تام کو دو کلٹھے دودھ کے لایا کرتے تھے ایک خود بدولت کے لئے ایک اپنی بیوی کے لئے۔ ایک دن دودھ رکھ کسی کام کو چلے گئے آکر جو دیکھا تو ان کے حصے کا دودھ بتی چٹ کر گئی آپ نے بیوی کو بیکار کر کہا کہ بیوی میرا دودھ تو بتی پی گئی۔ اب میں کس کا دودھ پیوں گا۔ بیوی۔ خیر آج میرا دودھ پی لینا۔

(۱۳۳) ایک افیونی رات کو دودھ لینے گئے، جب واپس آئے تو پینک میں گھر کا دروازہ نہ ملا آپ سمجھے کہ معمار غالباً دروازہ لگانا بھول گیا جھٹ اس کے گھر پونچ آوار دینے لگے وہ نکلا تو آپ نے کہا واہ جی واہ تم عجب آدمی ہو مکان تو بنا دیا مگر دروازہ رکھا ہی نہیں۔

(۱۳۴) ایک افیونی کسی علت میں حوالات میں بیٹھے پینک میں اونگھ رہے تھے۔ ایک اور تازہ وارد مجرم صاحب تشریف لائے۔ آپ نے

چونکہ کر پوچھا تو کون؟ اُس نے کہا میں بنیا ہوں۔ آپ نیم باز آنکھوں سے بولے اچھا تو دھیلے کا گڑا تو دے دے۔

(۱۲۵) ایک افیونی رستے پر قضاے حاجت کو بیٹھے کچھ گنگنا رہے تھے۔ ایک رہ روتے کان لگا کر سنا کہ کیا کہہ رہا ہے کہ نکلتا کیوں نہیں میں تجھے کوئی کھا تو نہیں لیتا۔

(۱۲۶) ایک افیونی چھت پر سے گر پڑے۔ نوکر سے پوچھنے لگے کہ ارے بھئی تو گرایا میں۔ نوکر۔ میں نہیں حضور گرے۔ افیونی۔ تو ہارے رہے۔

(۱۲۷) ایک کنجوس مسجد میں نماز کو جا رہے تھے رستے میں یاد آیا کہ ادھو گھر کا چرغ تو بجھایا ہی نہیں۔ وہیں سے الٹے پھر اور دروازے پر آ لوٹھی کو آواز دی کہ چرغ گل کر دیجو مگر دروازہ نہ کھولیو کہ گھیسے گا۔ لوٹھی۔ میں نے چرغ آپ کے جلتے ہی گل کر دیا آپ نے ناحق زحمت گوارا کی کہ گئے اور آئے مفت میں جوتی گھسی۔

کنجوس۔ آفریں ہو تیری ہم دردی اور خیر خواہی پر میں ایسا احمق نہیں میں نے پہلے ہی جوتی بغل میں داب لی ہو اب ننگے پاؤں آیا ہوں۔

(۱۲۸) ایک امیر کے ہاں شادی کی تقریب ہوئی تو باورچی کو کہا کہ ایک سیر کے سولھا ماٹھے بکانا اور دو مہانوں کے آگے ایک ایک

رکھنا، اس میں سے کھانسی ہو سکھا دیں۔ پتے سوئے چاویں کسی کو روکنا نہیں۔ یہ بات سن کر ایک اُن کے رفیق بولے کہ یہ شادی تو نہ ہوئی لوٹ ہوئی۔ آپ بولے ”بندہ درگاہ جب کیا کرتے ہیں ایسا ہی کیا کہتے ہیں۔ دُنیا میں سخی اور سوم کا نام رہ جاتا ہے۔“

(۱۲۵) ایک نخیل کے پاس ایک ڈپوٹیشن آیا اور کسی مفید کام میں چندہ طلب کیا۔ دوستوں نے مجبور کیا دینا ہی پڑا آپ نے ایک ہزار کا چک لکھ کر حوالہ کیا مگر دستخط نہ کیے جب دستخط پر اصرار کیا تو کہنے لگے میں ایسے کارخیز میں اپنے نام کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ (۱۳۰) کسی نخیل سے کسی شخص نے پوچھا کہ سب میں بہادر کون ؟

نخیل۔ جو اپنا ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرے اور جب بھوک لگے کو کسی امیر کے باورچی خانے کی دُور سے خوشبو سونگھ کر بیٹ بھرے۔

(۱۳۱) ایک صاحب نے اپنے نوکر سے کہا رکھنا تھا کہ جن کو توں کا جوڑا ایک جا بیٹھے ہوئے دیکھنا مجھے فوراً خبر کرنا کہ یہ نظارہ بڑا سبارک ہو۔ ایک دن دو کوئے ایک جگہ بیٹھے تھے کہ کوکر دوڑا گیا اور آقا کو بلکا لایا اس کے آنے تک ایک کو آڑ گیا ایک ہی رہ گیا۔ آقا بہت خفا ہوا اور نوکر کو جوتی کاری کرنے لگا اُسی دن صاحب خانہ کو دعوت کے کئی خوان آئے نوکر نے کہا حضور نے ایک کو آدیکھا تو آپ کو یہ

دوسرا مال ملا اگر دو دیکھتے تو وہ ہی ملتا جو مجھے ملا۔

(۱۳۱) ایک شخص نے اپنے نوکر کے ہاتھ ایک خط کسی دوست کو بھیجا۔ نوکر نے غفلت سے وہ خط کہیں رستے میں گر ادیا۔ اور رستے میں سے ایک کو را کا غدے تک کے آقا کے دوست کو دے دیا کا غد پلٹا ہوا دیکھ کر وہ بولے کہ شاید جلدی میں لغافہ بھی نہیں لکھا۔

نوکر۔ حضور لغافہ تو لغافہ انہوں نے تو مارے جلدی کے خط بھی نہیں لکھا اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لیجئے۔

(۱۳۲) ایک انگریز بہت بد زبان تھا نوکروں کو نگدھے کا بچہ کہہ کر پکارتا تھا۔ ایک نوکر نے کہا حضور ماں باپ ہیں۔

(۱۳۳) ایک آقا بجز گائی گلوں کے نوکروں سے خطاب کرتا تھا۔ نوکر اس کی درشت زبانی سے عاجز تھے۔ ایک نوکر نے جرات کر کے سب سے عرض کی کہ حضور میں سب باتیں اچھٹی ہیں مگر قصور معاف صرف ایک بات بُری ہو۔

آقا۔ حرام زادے وہ کیا۔ نوکر۔ بس یہی۔

(۱۳۴) ایک میم صاحب کو ایسے نیچے کے لیے گدھی کے دودھ کی ضرورت تھی۔ میم صاحب نے صاحب سے کہا صاحب تازہ دار د اردو سے نابلد۔ صاحب نے خاںساں سے اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا "دل خاںساں"

گڈا لاؤ وہ جاکر کھار کا گدھا پکڑ لایا صاحب گدھے کو دیکھ کر بولا
 ہم موافک گدھے نہیں میسر صاحب موافک گڈا لاؤ یعنی گدھا دے
 نہیں گدھے سڑا دے (چاہیے)۔
 (۱۲۵) ایک فیونی صاحب کے ملازم روزانہ کے لیے سیر شام باؤڑ
 سے دو پیسے کا دودھ لاتے تھے مگر آدھا پانی ملا کر ایک سو بیسہ مار لینے یہ
 ہمیشہ شکایت کرتے کہ دودھ کیا ہوتا ہے پانی ہوتا ہے۔ آخر ان کو متوجہ
 کر کے دوسرا نوکر رکھا وہ پہلے سے بھی بڑھ گیا کہ پانی میں دودھ ملاتا
 تھا۔ اسے بھی نکالا۔ تیسرے صاحب جو تشریف لاتے وہ صرف
 دھڑی کی ملائی لاتے اور میاں کی مونچھوں کی نوکوں کو ذرا سی چٹا کر
 الگ ہو جاتے آقا جب پوچھتے اسے بھی دودھ لایا تو وہ کہتا کہ لایا
 اور آپ پی بھی چکے ملاحظہ فرمائیے کیسا نفیس دودھ تھا اب تک آپ
 کی مونچھوں کو چکنا پی لگی ہوئی ہے۔

(۱۳۷) ایک جٹیلین کا خدمت گار نے عہد ہار کے سامنے خط لکے گیا
 صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے جو چیز لایا کروڑے (کشتی) میں رکھ
 کے لایا کہ وہ دوسرے دن انہوں نے بوٹ مانگا نوکر ٹرے میں رکھ کے
 لے گیا صاحب بیکہ کہ دم بخود رہ گئے مگر کچھ بول نہ سکے۔ خود کہ وہ را
 علاقہ نیست

(۱۳۸) ایک صاحب گھوڑے پر سوار چلے جاتے تھے اور سائیس پیچھے
 پیچھے تھا۔ اتفاقاً کوئی چیز گری گئی سائیس نے دیکھا نہیں تب آقا نے
 تاکید کی کہ جو چیز گر جایا کرے اٹھالیا کرو۔ پھر سواری میں ایک دن
 آقا گھوڑے پر سوار تھے گرمی جو لگی آہوں نے استاد و شاگرد سائیس
 کے کندھے ڈل دیا۔ رستے میں جو گھوڑے نے لید کی سائیس نے
 اٹھا جھٹ دوشائے ہیں یا ندھ فی گھر پونچنے کے بعد دوشال مع لید
 آقا کے پیش کر دیا۔ آقا۔ ابے مردودیہ کیا کیا؟ سائیس حضور یہ پیچھے
 گری ہوئی چیز ہو؟

(۱۳۹) ایک صاحب کا نام فخر الدین تھا اور اُن کے دوست کا نام لٹھا
 تھا اور اُن کی مذاق کی عادت تھی کہتے لگے کیوں جی تمہارے نام پر اگر
 دو مرکز لگا دیں تو کیا ہو جائے۔ دوست۔ اچی دہی جو فخر کی ف اڑ دینے سے۔
 (۱۴۰) ایک صاحب نے اپنے نوکر سے کہا کہ تم کیسے غلے آدمی ہونا تے
 تک نہیں۔ نوکر۔ حضور جن کے پاس میں پہلے نوکر تھا وہ ڈاکٹر تھے
 کہتے تھے کہ پیٹ بھرنے سے تین گھنٹے بعد نہانا چاہیئے۔ مگر فردی
 جب سے اس سرکار میں نوکر ہوا ہوا ایک دن بھی پیٹ بھرنے کی
 نوبت نہیں آئی پھر تہاؤں کیسے؟

(۱۴۱) ایک صاحب نے خوش کر اپنے نوکر کو موتی دینے کا وعدہ کیا لیکن

دیا ویا خاک بھی نہیں۔ خب وہ وعدہ یاد دل تاملہ گزوں ملوڑا لیتے ایک
وزن اُسی امیر نے کسی اونٹ کو دیکھ کے پوچھا: کیوں جی! یہ ہلکتا
گزون کیوں ٹیڑھی رکھتا ہے؟

نوکر۔ غالباً اس نے بھی کسی کو مونی دینے کیے ہوں گے۔

(۱۴۱) ایک صاحب اپنے نوکر پر خفا ہوئے اور کہا اُبے تو بھی کوئی
آدمی ہو لگدھے باہر جا کر بیٹھ "تھوڑی دیر بعد انہوں نے آواز دتی کوئی
آدمی ہے؟ نوکر۔ حضور! آدمی کوئی نہیں ہے۔

آقا۔ اور تو کون ہے؟

نوکر۔ آپ فرما چکے ہیں کہ تو گدھا ہے پھر میں حضور کی بات کو بھٹو کیسے جاؤں
(۱۴۲) ایک امیر کو نوکروں کی عدم موجودگی کی ہمیشہ شکایت ہوتی تھی
جب دیکھو ڈیوڑھی پر آدمی ندارد۔ آخر انہوں نے مجبور ہو کر ایک دم سے
دس بلور بھیتے دربان نوکر رکھے کہ اب تو دو چار آدمی ڈیوڑھی پر ہر وقت
رہیں گے ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ صرف ایک بڈھا بیٹھا اونگھ رہا
ہے۔ انہوں نے جھلا کے پوچھا اور سب کہاں گئے۔ نوکر نے کہا آپ
گنتی دیکھ لیجئے۔ تیرا م سنگ مرگئے چار حلاؤں کو گئے۔ بلدیو سنگ رو سن
گئے دو سناؤں کو گئے۔ سنگ سنگ بجا گئے۔ ہم باجر ہیں۔ امیر کو سوائے
خاموشی کے کیا چارہ کا رہتا۔ اپنا سا منہ مے کر رہ گئے۔

(۱۳۴) ایک افغان نے بازار سے چائیں خریدیں اتفاق سے اُن میں ایک بھونڑا بھی آگیا۔ اُس کی پھن پھن کی آواز سن کر آپ بوئے چم بھائی تم چے کرے پاپیں ہم نے پیسہ دیا ہی ہم کھائے گا، اور جھٹ جامنوں کے ساتھ بھونڑے کو بھی چیا گئے۔

(۱۳۵) ایک پشاور پٹھان کچھ کپڑا خرید کر قندھارے جا رہا تھا قندھار کے قریب ایک نالہ ہو کبھی کبھی اُس میں اوپر سے آنا پانی آ جاتا ہو کہ آدمی پار نہیں ہو سکتا۔ خاں صاحب جیلے میں اترے تو منت مانی کہ اگر میں صبح سلامت اُتر گیا تو دس گز کر پاس حضرت شاہ مقصود کی درگاہ پر چڑھاؤں گا۔ جب کنارہ کو قہیب پونچا تو نیت بدل گئی۔ نیت کا بدلنا تھا کہ دفعہ پانی کا ایک ایسا ریلہ آیا کہ لگے غوطے کھانے۔ اب خاں صاحب حواس باختہ ہو کر کہنے لگے اوشاہ مقصود منت مبادر کن گز بیار و کر پاس، بہرے

(۱۳۶) ایک رات بڑی سخت ٹرالہ باری ہوئی۔ علی الصباح ایک افغان نے اپنے کھیت کو جا کر دیکھا تو سارا پٹرا ہو گیا تھا کہنے لگا۔ مازخوف کافرشدن ہیج نمی نوانم گفت وے خدا یا آں کار کردہ کہ طفلان نمی کنند

(۱۳۷) ایک پٹھان کسی عیسائی کے کنوئیں سے پانی لے کر استنجا کر

رہا تھا ایک شخص نے کہا "خان! میں چاہ نصرانیست نہ باید کہ از آب بحسن بدن را ناپاک گئی"۔ پٹھان نے جواب دیا "بایا خوئی نیست آیاہ شنیہ" کہ سعدی چہ گفتہ :-

گر آب چاہ نصرانی تپاک است ۛ جہودے مردہ می شوئی چہ پاک است
(۱۴۸) ایک پٹھان نے دیکھا کہ ایک غریب چنے چبا کر خدا کا شکر کر رہا تھا۔ پٹھان سے رہا نہ گیا آنکھیں لال پیلی کر کے چلا آیا اناحق کیا کرتا ہی جنوں پر شکر کر کے خدا کی عادت یگاڑتا ہی، جنوں پر شکر ہونے لگا تو لیس گوشت اور پلاؤ مل چکا۔

(۱۴۹) شیخ اور پٹھان میں قومیت کی نسبت بحث ہو رہی تھی شیخ نے کہا "اچھا یہ بتاؤ آج تک پٹھانوں میں کوئی نبی ہوا ہی؟ پٹھان بگڑ کر بولا "ہوا نہیں تو عیسیٰ خاں اور موسیٰ جو دونوں بھائی بنی ہو گزرے ہیں وہ شاید تمہارے چچا تھے"۔

(۱۵۰) ایک انگریز پٹھان پر طعن کر رہا تھا کہ تم پیسے کا غلام ہو جو پیسے دے اس کی طرف سے لڑتا ہی اور ہم لوگ عزت کے واسطے لڑتا ہی پٹھان نے جواب دیا کہ "ابو روخنگ می کنیم برائے چیزے کمبش خود دیکھو"۔
(۱۵۱) ایک نکیل صاحب نے اپنے ایک دوست کو نارنگی دی۔ مگر وکیل صاحب کے دماغ کو قانون ایسا چر گیا تھا کہ بغیر قانونی اصطلاحات

بے بڑا آواز توڑتے تھے تو فرماتے کیا ہیں۔ ہر گاہ میں نے تم کو ایک
 غلام یا رنگی دروہست بلا جبردا کراہ وہ طیب خاطر بہ ثبات ہوش
 و عقل دی ہو لہذا میں قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ اُن تمام حقوق
 ملکیت سے جو مجھے متصرفانہ بلا شرکت احد زیر بحث نازنگی کے
 متعلق حاصل تھے اور ہیں من مقرر صدق دل ہمیشہ ہمیشہ کے
 لیے اُن جملہ حقوق کو دروہست تمہاری طرف منتقل کرتا ہوں مع اُس
 کے پوست پھانکوں وغیرہ کے جس سے تم کو تمامی اختیارات ملکیت
 حاصل ہیں اور میں نے نازنگی کو اپنے قبضے سے نکال کے تمہارے قبضے میں دے دیا چاہیں
 اور جب چاہیں نازنگی مذکورہ الصبر کو سالم خود پے تصرف میں لائیں یا چیر بھاڑ کے اس کے
 اجز کو کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کو بذریعہ بیع یا ہب کے منتقل کر دیں شریک
 (۱۵۲) ایک صاحب رات کو ریل میں ایسے غافل سوئے کہ جس
 اسٹیشن پر اُترنے والے تھے وہ نکل گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دوسرا
 اسٹیشن تھا، نیند کی بوکھلاہٹ میں کہنے لگے ہم فیل کر گئے، ایک
 صاحب بوئے جی نہیں یوں کہتے کہ پاس کر گئے۔

(۱۵۳) مجسٹریٹ ملازم سے۔ تم کو چوری کی علت میں چھ مہینے کی سزا
 دی جاتی ہے۔ ملازم۔ یہ تو بڑا ظلم ہے اس سزا کے مستحق میرے وکیل
 صاحب ہیں۔ مجسٹریٹ۔ یہ کیوں کر۔ ملازم۔ یہ اس طرح کہ جو دہرے

لے چوک کے۔ ملے اسٹیشن سے گزر (اگے بڑھ) گئے۔ ۱۶

ملازم صاحب کا ایک انتہائی خوبصورت بانی تھا کہ جس نے ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔

میں نے چڑایا تھا وہ سارے کا سارا وکیل صاحب نے مجھ کو ملے میں
اُن کی جیب میں گیا میرے پاس کیا دبا جو میں منہ بھگتوں۔
(۱۵۴) ایک میم صاحب کا اظہارِ عدالت میں ہوا اُنہوں نے اپنی
عمر بہت کم لکھوائی۔ دو برس کے بعد وہ پھر گواہی میں گئیں اور وہی
عمر لکھوائی۔ جسٹریٹ دیکھتے ہی پہچان گیا اور کہا کہ پہلے تم ہمارے
اجلاس میں آئی تھیں جیب بھی تم نے ہی عمر لکھوائی تھی کیا دو برس
گزرنے پر بھی تمہاری عمر نہیں بڑھی۔

میم صاحب۔ میں عدالت میں ایک ہی بات بولنا چاہتی ہوں ورنہ
آپ مجھے حلف دروغی میں دھریں گے۔

(۱۵۵) مسافر (ہوٹل میں) تمہارے ہاں کا گوشت ایسا سخت
ہو کہ کہیں پیٹ میں درد ہونے لگے۔

ویسٹ۔ آپ فکر نہ کریں ہم نے پیٹ کے درد کی دوا پہنچ ہی بہت
سی شکا رکھی ہے۔

(۱۵۶) زید مر گیا گریوں کے تھے دن بکر جنازے کے ساتھ عین
دوپہر میں گیا۔ سر کی چند یا گھٹل گئی۔ کہنے لگے خیر اب تو غلطی ہوئی
آئندہ کبھی میں زید کے جنازے کے ساتھ نہ جاؤں گا۔

(۱۵۷) حجام چل دغا باز، شہر میں کون ہو جو تیری چوری کا حال

نہیں جانتا تو بڑا ڈاکو ہے۔

چور۔ مگر تو بھی مجھ سے کسی طرح کم نہیں۔ میں تو خیر رات ہی کو لوٹتا ہوں مگر تو دن دھاڑے لوگوں کو موٹتا ہے۔

(۱۵۸) بیوی (شوہر سے) اگر میں مرگئی تو تم دوسری شادی کر لو گے؟ شوہر۔ کبھی نہیں۔

بیوی۔ تو غالباً تم کو مجھ سے بہت محبت ہے۔

شوہر۔ جی یہ بات نہیں، بلکہ اس شادی سے ایسا تجربہ ہوا ہے کہ ساری عمر کو کافی ہے۔

(۱۵۹) ایک نیک ذات امیر کی نسبت سنا گیا کہ وہ بڑا محتیر تھا لوگوں کو بہت دیتا دلا تھا جب دیتا تو اپنا ہاتھ چوم لیتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟

امیر۔ میں ایسے ہاتھ کو کیوں گنہ چوموں کہ اُس سے خدا تک پونچتا ہے اور خدا تک پونچتا ہے۔

(۱۶۰) ایک نیک بخت شخص سے کسی نے کہا کہ دیکھئے آج ایک شخص سیراہ شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے۔ اُنہوں نے کہا وہ پہلے ہی ہوش مند نہ ہوگا اگر ہوتا تو کب ایسا کام کرتا۔

(۱۶۱) ایک چالاک سپاہی سرانے میں وارد ہوئے۔ بھٹیاری کو

دیکھا کہ نہایت اُداس اور غمگین ہو معلوم ہوا کہ اس کی ایک جوان لڑکی حال میں مر گئی ہو۔ سپاہی صاحب جب روٹی پکوانے بھٹیاری کے پاس گئے تو بھٹیاری نے پوچھا: میاں تمہارا آنا کہاں سے ہوا؟ سپاہی ہم اللہ میاں کے ہاں سے آئے ہیں بھٹیاری۔ اور جاؤ گے کہاں؟ سپاہی جہاں گے کہاں جہاں سے آئے ہیں وہیں جائیں گے۔ بھٹیاری۔ تم نے میری جھٹو کو بھی دیکھا ہے؟ سپاہی۔ دیکھا کیوں نہیں۔ مگر بُرے حالوں ہو۔ نہ پہننے کو کپڑا ہو نہ بدن پر زیور کا ایک تار ہو۔ ماں کی مانتا بے قرار ہو گئی اور سپاہی سے کہنے لگی میاں تم جاتے تو وہیں ہو اگر میں کچھ دوں تو اُسے پونجا دو گے۔ سپاہی۔ میرا کیا حرج ہو۔ ضرور پونجا دوں گا۔ بھٹیاری نے اپنی بیٹی کے کچھ کپڑے اور اُس کے ساتھ دو تین جوڑے اور نئے جو اپنے لئے سلوائے تھے اور اُس کا کل زیور سپاہی صاحب کے حوالے کیا۔ وہ صبح سویرے بے چلتے ہوئے۔ بھٹیاری جب آیا اور اُس نے سنا تو سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاگل کوئی خدا کے ہاں جا کر بھی آتا ہو۔ بھلا بتا تو وہ کدھر گیا ہو۔ بھٹیاری نے کہا وہ اس سڑک سے ابھی ابھی گیا ہو۔ بھٹیاری اپنے ٹٹو کو دوڑاتا ہوا چلا، تھوڑی دور جانے کے بعد کچھ فاصلے پر ایک آدمی جاتا ہوا نظر آیا۔

سمجھ گیا۔ کہ ہونہ ہو ہی بد معاش ہو سپاہی نے جو ٹھکر دیکھا کہ ایک شخص ٹٹو دوڑے چلا آتا ہو۔ چور کے پاؤں کہاں، وہ بھی تال گیا کہ بھٹیارا لایا اور بھاگا۔ مگر کہاں سوار اور کہاں پیدل۔ بھٹیارے نے آن لیا۔ جب بالکل قریب آ گیا تو یہ چھپٹ کر درخت پر چڑھ گیا۔ ہر چند بھٹیارے نے اترنے کو کہا مگر یہ کیا اترنے والا تھا کہا کہ ہم اللہ میاں کے ہاں جا رہے ہیں۔ بھٹیارے نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح اترتا نہیں تو خود بھی درخت پر چڑھ گیا۔ اسکل چڑھنا تھا کہ دوسری طرف سے سپاہی دھم سے کوڑ ٹٹولے یہ جا وہ جا۔ آخر کار میاں بھٹیارے نے کہا کہ ارے میاں سپاہی تم جا تو رہے ہو ہو یہ ٹٹو بھی جھٹو ہی کو دے دینا۔

(۱۶۲) لوگوں نے ایک احمق سے پوچھا کہ تو بڑا یا تمیرا بھائی بڑا؟ اُس نے کہا اب تو میں بڑا ہوں لیکن اگلے سال میں اور وہ برابر ہو جائیں گے۔ پھر وہ ٹھہرے سے بڑھ جائے گا۔

(۱۶۳) ایک ظریف کسی الزام گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ جرم ثابت تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی ناک میں ایک سوراخ کر دو۔ ظریف۔ دو سوراخ تو خدا نے پہلے ہی کر دیئے ہیں۔ حضور تمیرے سوراخ کی کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟

(۱۶۴) ایک مخدوب سے کسی نے پوچھا کہ تم نہیں پہچانتے ہو یہ مخدوب
 نے کہا دیوانوں کو کس لئے پہچانوں۔ پھر پوچھا خدا بھی پہچانتے ہو؟ کہا
 کیوں نہیں پہچانتا، جان تن میں ڈالی ہو اور کپڑے بدن سے اُمار لئے
 میری عقل کے شیشے کو پتھر مار کے چور کر دیا اور شہر کے فوڈوں کو میرے پیچھے لگا دیا
 (۱۶۵) لوگوں نے ایک دیوانے کو دیکھا کہ پستین اُلٹی پہنتے ہوئے
 دوڑ رہا ہو۔ لوگ ہنسنے لگے۔ دیوانے نے کہا تم جھنستے ہو یا نکل ہو۔
 میں نے خدا کی بناوٹ پر عمل کیا ہو اگر یہ وضع اچھی نہ ہوتی تو خدا
 جانوروں کی پسم کھال کے اندر پیدا کرتا نہ کہ اوپر۔

(۱۶۶) ایک لڑکے نے کسی بزرگ سے گستاخی کی۔ بزرگ نے اُس
 کے دونوں ہاتھ پکڑ کے چاہا کہ مسزادے۔ لڑکا بولا یا حضرت مجھ سے
 جو قصور مسرزد ہوا وہ ایسی حالت میں کیا جب کہ میری عقل زائل
 ہو گئی تھی۔ مگر آپ جو کر رہے ہیں وہ عقل ہونے پر کر رہے ہیں۔
 بزرگ ہنس پڑا اور اُس کا قصور معاف کر دیا۔

(۱۶۷) ایک رند نے اتنی شراب پی کہ بے ہوش ہو کر درِ محو خانے
 پر پڑا تھا۔ محتسب نے اگر ایک ٹھوکر رسید کی اور کہا کہ اے خانہ
 خراب اُٹھ تجھے درِ عدالت تک لے چلوں۔ اُس نے کہا کہ میری عقل کا
 خانہ خراب اگر مجھ میں چلنے کی طاقت ہوتی تو اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا۔

(۱۶۸) ایک غریب کڑا کے کے جاڑے میں کسی سرد ملک میں جا نکلا۔
چوں کہ اوڑھنے کو کچھ نہ تھا ٹھٹھریا پوچھنے لگا، آفتاب کس بُرج میں
ہو گا۔ لوگوں نے کہا ”عقرب“ میں۔ اُس نے کہا خدا عزت کو ”عقرب
پر کہ زمین پر بھی جان کا آزار دیتے والا ہو اور آسمان پر بھی۔“

(۱۶۹) ایک شخص پیغمبری کا دعویٰ دار تھا۔ بادشاہ نے کہا کوئی
معجزہ دکھاؤ۔ اُس نے کہا جو کہتے بادشاہ نے ایک قفلِ ابجد سامنے
ڈال دیا کہ بسے کھولو۔ اُس شخص نے کہا ”میں نے پیغمبری کا دعویٰ
کیا ہے۔ لو بار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔“

(۱۷۰) ایک دیہاتی شہر میں آئے، دیکھا کہ بازار میں حلوائیوں
کی بڑی بڑی دکانیں تھٹھائی سے لیسریز لگی ہیں انواع و اقسام کی تھٹھائیاں
دیکھ کے دل للچایا۔ تھٹھائی کا ایک تھٹھا اٹھا ہی لیا حلوائی نے پیک
کے چھٹنا چاہا تو پچھٹ گئے اور کہا کہ ”لو ہمارا ہوا نہ تمہارا راہ“

(۱۷۱) ایک احمق کا گدھا چوری گیا اُس کے نقصان پر لوگوں نے
افسوس کا اظہار کیا۔ سنا کہ وہ سجدہ شکر میں پڑا خدا کا شکر کر
رہا ہو۔ لوگوں نے پوچھا ارے بھئی یہ کیا شکر کا موقع ہے؟
اُس نے کہا کہ شکر کا موقع کیوں نہیں شکر اس بات
کا ہو کہ میں گدھے پر سوار نہ تھا ورنہ میں بھی چوری جلتا۔

(۱۶۲) ایک شخص کسی عابد کے گھر میں جہان ہوئے، مکان تھا بوسیدہ۔ کڑیاں جھکی ہوئی چٹ چٹ کہ رہی تھیں اس نے کہا حضرت مجھے کسی اور جگہ سے چلیے ایسا رہو کہ گھر مجھ پر آ پڑے۔ عابد نے کہا ڈر کی کچھ بات نہیں، کڑیاں شیخ و تہلیل کرتی ہیں کرتی ہیں۔ اُس نے کہا تو مجھے المیشہ ہو کہ تسبیح کرتے کرتے کہیں جدے میں نہ گریں۔

(۱۶۳) ایک امیر بڑے مسک تھے ایک مجلس نے اُن سے جا کر کہا کہ میرا در تیرا باب آدم اور ماں تھا۔ پس آپس میں ہم بھائی بھائی تھے تم تو عیش و عشرت میں رہے اور میں مفلسی میں، یہ کیا بات ہو میرا حصہ دلو ایسے امیر نے ایک بوسیدہ اُن کے حوالے کیا۔ اُس نے کہا خوب یہ نامنصفانہ حصہ کسی کسی؟ امیر نے کہا ٹھیک رہ کہیں اور بھائیوں کو خیر ہو جائے گی تو یہ بھی تجھے نہ پوسنچے گا۔

(۱۶۴) ایک ملا صاحب دربار شاہی میں جوتیوں سمیت چلے آئے لوگ اُن کی اس حرکت پر متحیر ہوئے بادشاہ نے پوچھا "ایں چہ کار است کہ کردہ" ملا نے کہا "شیخ نہ کردہ یہ حدیثِ بوی عمل کردہ بادشاہ نے کہا "ادچہ گو نہ گفتہ" ملا صاحب۔ العلین تحت البعن" یہ سن کر بادشاہ اور سب اہل دربار ہنس پڑے۔

(۱۶۵) بیکر بل تو حاضر جواب تھے ہی مگر ایک حجام اُن کا بھی گرو نکلا

ایک دن حجامت بنارہا تھا۔ سر جو ہلا اُسٹر لگ گیا اور خون نکل آیا۔
 میریل نے کہا ”ارے کم نجت تو نے غضب کہا میرا سر کاٹ ڈالا۔
 حجام۔ بھلا راجہ صاحب کہیں سر کٹا آدمی بھی بولا کرتا ہے۔

(۱۷۶) آقا (خراب دودھ دیکھ کر نوکر سے) بھلا بتاؤ ایسا خراب دودھ

کوئی پی سکتا ہے ؟

نوکر۔ ”محضور بندہ پی سکتا ہے“ اور جھٹ کلاس لٹھانہ کو لگا عٹ غٹ پی گیا۔
 (۱۷۷) ایک اندھارات کو چراغ لیتے لکڑی ٹیکتا آہستہ آہستہ چلا
 جا رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ ارے بھائی تمہیں دکھائی تو دیتا نہیں۔
 چراغ کس کے لئے پھرتے ہو۔

اندھا۔ بہ تو دوسروں کے لئے ہے کہ کہیں مجھے ٹکڑہ دیں۔

(۱۷۸) ایک اندھے نے دعوت میں کھیر کھائی بڑے مزے کی لگی پوچھا
 کھیر کیسی ہوتی ہے کسی نے کہا سفید بگلا جیسی۔ اس بے چارے نے
 بگلا کب دیکھا تھا۔ انہوں نے ہاتھ سے بگلے کی شکل بتائی اندھے نے
 ٹٹول کر دیکھا اور کہا ”اوہویہ تو بڑی ٹھیرھی کھیر ہے“

(۱۷۹) ایک اندھے کی بیوی کہنے لگیں ”دیکھو! میں کیسی خوب صورت

ہوں، سارے شہر میں میرے حسن و جمال کی دھاک ہے“

اندھا۔ بے شک، سچ کہتی ہو۔ تم خوب صورت تھیں جب ہی تو ایک

اندھے کے سر منڈھی گئیں۔

(۱۸۰) ایک فقیر نے کسی گھر پر سوال کیا۔ جواب ملا: ”یہاں روٹی نہیں پکتی“ فقیر (روٹی پکنے کی آواز سن کر) اور یہ جوتیاں کس پر پڑ رہی ہیں۔

(۱۸۱) نوکر۔ ایک فقیر پر جو پکڑا گیا ہے

فقیر کس سے پکڑا گیا، باندی سے یا بیوی سے؟

(۱۸۲) لڑکا (باپ سے) آبا جی میری شادی ہوگی تو میں تمہیں شادی

کا کیک نہیں بھیجوں گا۔ باپ۔ کیوں؟

بیٹا۔ بدلہ کو بدلہ۔ آپ نے اپنی شادی کا کیک مجھے کب بھیجا تھا؟

(۱۸۳) تین احمق ایک جگہ بیٹھے تھے ایک جو قوف کے دامن میں

دس انڈے تھے۔ دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم یہ بتلا دو کہ میرے

دامن میں کیا ہے تو انڈے تمہارے لگے اگر بتلا دو کہ کتنے ہیں تو دسوں

تمہارے؟ اُس نے کہا کہ میں کچھ حد تو نہیں جو غیب کا حال بتا دوں

کچھ اتا پتا بتاؤ تو عقل لڑاؤں تمہیں بولا میں سمجھ گیا دس گاجریں دس

مولیوں کے اندر ہیں؟ یہ نقل ایک محفل میں بیان کی جا رہی تھی۔ کہ

ایک خراسانی گھبرا کر بولے تو پھر یہ تو کہو کہ آخر یہ بھی معلوم ہوا کہ دامن

میں تھا کیا اُس پر ایک فریشتی تہنہ لگا اور جو لوگ اس لطف کو سن گھڑت

سمجھتے تھے اُن کو بھی تصدیق ہو گئی کہ دنیا میں ایسے جو قوفوں کی کمی نہیں ہے۔

(۱۸۴) ایک سائیس گھوڑا لیے چلا جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ گھوڑا کس کا ہے؟ سائیس۔ جس کے ہم نوکر ہیں۔
راہ رو۔ اور تم نوکر کس کے؟

سائیس۔ جس کا یہ گھوڑا ہے۔

(۱۸۵) تیس بیوقوف آپس میں باتیں کر رہے تھے، کیوں جی اگر تالاب میں آگ لگ جائے تو یہ چھلیاں کدھر جائیں؟
دوسرا۔ کدھر جائیں۔ سب درخت پر چڑھ جائیں۔

تیسرا۔ تو بھی بڑا ہی بیوقوف ہے چھلیاں بھی کیا گائے بھی سب ہیں جو درخت پر چڑھ جائیں گی۔

(۱۸۶) آفا (نوکر سے) ارے! ذرا اندر سے فقط تکیہ اٹھا لاؤ۔ نوکر کو جا کر بہت دیر ہوئی آقا نے آواز دی ارے مردو! تجھے خدا غارت کرے کیا اب تک تکیہ نہیں ملا؟

نوکر۔ جی تکیہ تو جب ہی مل گیا مگر فقط کو ڈھونڈ رہا ہوں ابھی تک تو ملا نہیں۔
(۱۸۷) ایک آفا نوکر سے بہت جلے ہوئے تھے کہنے لگے ”تجھ سے خدا سمجھے“۔ نوکر۔ میاں خدا اس سے زیادہ اچھا سمجھے گا کہ آپ کے پاس نوکر رکھا دینا۔

(۱۸۸) ایک بیوقوف نے سی جوتی پہنی اور ایک رخت کے پیچے سو گئے

کسی بد معاش نے ان کو دیکھا غافل ابن کی نئی جوتی اتار اپنی پُراتی جوتی پہنا چلتا ہوا۔

تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی والا آیا ان کو سربراہ پڑا دیکھ کر کہا "میاں اپنی ٹانگیں رستے پر سے ہٹا لو اس آواز پر یہ چونک پڑے دیکھا تو پاؤں میں وہ جوتی نہیں۔ آپ ویسے ہی لیٹے رہے اور کہنے لگے "یہ ہماری ٹانگیں نہیں ہیں کیوں کہ میرے تو نئے جوتے تھے۔"

(۱۸۹) ابک بہار بار سے دو چار بینگن لے کر گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دوست ملا، اُس نے پوچھا "کہو تمہارے بال بچے تو اچھے ہیں بہار۔" یہ سمجھ کر کہ شاید بینگنوں کو پوچھ رہا ہو کہا کہ سب کا بھرتہ کر دیں گا۔

(۱۹۰) ایک میز فنی کسی امیر کے ہاں لگائے گیا۔ امیر نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ ہمارا بہ دستور ہو کہ جب کسی کو انعام دیتے ہیں تو داڑھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ لیتے ہیں۔ جتنے بال ہاتھ میں آگئے اُسے ہی روپیچے دے دیئے۔ تمہاری قسمت میں کچھ نہیں تھا دیکھو ابک ہی بال ہاتھ میں آیا۔

میراثی۔ مگر حضور یہ تو انصاف نہیں ہو۔ انصاف کی بات تو یہ ہو کہ داڑھی ہو حضور کی اور ہاتھ ہو میرا پھر دیکھوں کہ کتنے بال مٹھی میں آتے ہیں۔ امیر ہنسنا اور کچھ دے دینا کہ میراثی کو رخصت کیا۔

(۱۹۱) ایک جُلاہے کو اُس کے پیر نے کہا کہ تو اُس دن مرے گا جس دن تیرے خلق سے خون آئے گا۔ ایک دن اتفاق سے جُلاہے کے مسوڑوں سے کچھ خون نکلا اُسی وقت بے لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ پیر صاحب کی بات سچ ہوئی میں مر گیا تو جاہمسیالو کو بلا لاکھ میرے کفن و دفن کی طیاری کریں۔ عورت بھی جُلاہے ہی کی تھی۔ اُس نے جا کر کہا مگر کوئی آیا گیا نہیں۔ تب آپ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ میری میت میں نہ آئیں گے تو میں بھی مرنے کے بعد کبھی ان کے ہاں نہ جاؤں گا۔

(۱۹۲) ایکسافینو پیٹک میں تھے آسمان پر جو نظر پڑی شفق کی کی سرخی دیکھ کر کہنے لگے ”اوہو آسمان میں آگ لگی ہے۔ اسے کسی طرح بجھانا چاہیے۔ لیٹے ہی لیٹے ٹانگیں اٹھا کے آسمان کی طرف پیشاب کی دھار ماری۔ سارا پیشاب اُٹاٹھنے پر آیا۔ تو بولے بس آگ بجھ گئی جب ہی تو پچا کچا پانی پلٹ آیا۔

(۱۹۳) ایک خٹلمین وکیل صاحب کوٹ چلون ڈٹ کے ہوا خوری کو نکلے کھیت پر سے گزر ہوا کان دیکھ کر بولا ”ہجور تم کون ہو؟“ وکیل۔ ارے ہم وکیل صاحب ہیں۔

کان۔ نہیں ہجور۔ صورت سے تو تم مجھے آدمی معلوم پڑو ہو۔

(۱۹۴) ایک دن کوئی قاضی صاحب شب کے وقت مطالع میں مستغرق تھے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ جس کی ڈاڑھی یک مشت دو انگشت سے لمبی ہو وہ بے وقوف ہوتا ہو۔ آپ نے جھٹ پتی ڈاڑھی پانی وہ اس سے بڑی تھی۔ ڈاڑھی کو جتنی زاید تھی نا پکر چراغ کی لو پر رکھ دیا جب جلنے لگی ہاتھ چھوڑ دیا ساری ڈاڑھی بھک سے اُڑ گئی اور اُس قول کی تصدیق ہو گئی۔

(۱۹۵) ایک دن ایک قاضی صاحب نے خواب میں شیطان کو دیکھا۔ فوراً لا حول پڑھ کے اپنی ڈاڑھی یکڑ کر دو طمانچے کس کے رسید کیے چوٹ سے آنکھ کھل گئی تو یہ دیکھ کر کہ اپنی ڈاڑھی اپنے ہی ہاتھ میں ہی بہت جھل ہوئے۔

(۱۹۶) ایک شخص کے ہاں کئی بیٹیوں پر بڑے ہاپے میں بیٹھا ہوا مگر اُس کا رنگ بد نسبت لڑکیوں کے سانولا تھا کسی نے مذاقاً پوچھا کہ یہ کیا بات " بولے بھائی صاحب یہ دیگ کی کھرچن ہے۔

(۱۹۷) ایک صاحب حد درجے کے کنجوس تھے۔ ایک صاحب ملنے گئے اور ایسے جم کے بیٹھے کہ کھانے کا وقت آگیا مگر ٹلے نہیں صابز خانہ بہت خزانہ ہوتے خدمت گار سے کہا پانتخانے میں لوٹا رکھو یہ کہہ کر اندر گئے اور شکم سیر ہو کر واپس آئے۔ اتفاقاً مونیچہ میں ایک

جادل لگ رہا تھا۔ یہ شخص بیٹھا ہی تھا۔ سمجھ گیا کہ کھانا اڑا کر آیا ہے۔
 کہا، ”اجی حضرت! آپ کی مونجھ کو پانتخانہ لگا کر ذرا جھٹک لیئے۔“
 (۱۹۸) ایک ڈاکٹر نے مریض کے سینے کو ٹھونک کر کہا، ”اوہ ہوا بڑا
 سخت درم ہے۔ مریض۔ جی نہیں یہ میری پاکٹ پک ہے۔ اس کو
 بہت جلد رفع کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا اس میں میری ساری
 عمر کی کمائی کا حساب کتاب ہے۔“

(۱۹۹) ایک چار سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے پیدا ہوئے؟
 چار۔ بھگوان نے آسمان سے ایک تربوز پھینکا تھا جو زمین پر گر گئے
 ہی دو ٹکڑے ہو گیا ایک میں ہندو دوسرے میں مسلمان سما گئے
 اور بیچ کا گودا ہم ہیں۔

(۲۰۰) ایک قاضی صاحب کی جو رو بڑھاپے میں مر گئی ثابت
 جو آئی گھر میں ایک جوان عورت کو لے آئے۔ لاڈلی بیوی
 نے شکایت کی کہ تمہارا لونڈا بڑا گستاخ ہے مجھے ”ماں نہیں کہتا“
 قاضی صاحب نے کہا دیکھو تو اس مردود کی کیسی حیر لیتا ہوں اس
 کی کیا مجال ہے جو تم کو ”ماں“ نہ کہے۔ وہ تو کیا اس کا باپ بھی تم کو ماں کہے بہت
 (۲۰۱) ایک آقا نے اپنے دیہاتی نوکر سے کہا جا بازار سے کشمش لے آ
 نوکر بولا ابھی دکانیں نہیں کھلیں۔ جاؤ کا پٹھا، لے آ۔ کشمش تو

بھائی کے آلو کا بیٹھا تلاش کر کے لے گئے جس سے مانگتا وہ بے قوت سمجھ کر کہہ دیتا کہ آگے جا۔ آخر کار ایک دکان دار کے پاس جا کر آلو کا بیٹھا مانگا وہ سمجھا کہ نگالی دیتا ہو پکڑ کر خوب جتلیا یا نوکر دوتا ہوا گھر واپس آیا اور کہا آلو کا بیٹھا تو سنگاتا ہو اور مار کھاتے ہیں ہم۔ (۲۰۲) ایک میراثی کسی گاؤں کو جا رہا تھا۔ راستے میں ایک شخص ملایا اُس نے پوچھا تم کون ہو۔ اُنھوں نے کہا میں میراثی ہوں پھر بولا تم کو بھائی ہو۔ میراثی نے کہا ہم چار بھائی ہیں ایک موچی ہو، دوسرا

دراہرو۔ (حیران ہو کر) یہ کیسے؟

میراثی۔ یہ ہماری اماں جان کی کرتوت ہو۔

(۲۰۳) چار دوست مل کر کہیں سے اپنے گاؤں کو آ رہے تھے۔

جس میں ایک ملتا تھا۔ دوسرا براہمن، تیسرا ترکاری فروش، چوتھا پہلوان۔ کہ جنگل سے ایک تیرکی آواز آئی۔ ملانے کہا دیکھو تیرکیا خوش الحانی سے چہک رہا ہو سبحان تیری قدرت۔ براہمن بولا ہمیں نہیں یہ کہتا ہو، تیسرا رام جبرہ، ترکاری فروش نے کہا یہ کہہ رہا ہو، لشن پیاز اورک۔ پہلوان نے کہا میری سمجھ میں تو یہ آتا ہو۔ کھا گھی اور کہ کثرت۔

(۲۰۳) منشی کی رندان سن کر ایک سید صاحب بولے سیدوں کا امرغا مصطفیٰ تو کہتا ہو

پٹھان بولا۔ اور ہمارا امرغا صبح ہی صبح کہتا ہو کیا پکائے خاں؟
بیگارنے کہا اور ہمارا امرغا یہ کہتا ہو "پتا پو پتو" تنگی زبان ترجمہ
بیگار کی پوٹلی لے کر گیا ہو

(۲۰۵) کسی جلابے کے پاس ایک گائے تھی جسے اُس کی ماں
دوہا کرتی تھی، ماں مر گئی تو اُس کی عورت دوہنے بیٹھی۔ گائے ماں
سے ہلی ہوئی تھی، اجنبی صورت سے بدک گئی اور لاتیں مارنے لگی۔
اُس پر جلابے نے آکر اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھر کر چمکا دیا اور
کہنے لگا "ٹانا ماں ہو ماں"

(۲۰۶) ایک منشی صاحب سفید پوش ٹٹو پر سوار چلے جاتے تھے
ٹٹو کے بار بار اُچھلنے کودنے سے منشی صاحب سرکتے سرکتے دم پر
جا پونہجے۔ کسی راہ رو نے کہا منشی جی اوپر کھسک کے بیٹھو ورنہ گھڑک
منشی صاحب بولے تو بڑا بیوقوف ہے، تو اپنی راہ لگ بجھے ان کاموں
سے کیا تعلق۔ جس طرح ہم کو ہمارے سائیس نے بٹھا دیا ہے اُسی
طرح ہم بیٹھے چلے آتے ہیں۔

(۲۰۷) ایک جاٹ سے کسی نے چھیڑنے کو کہا "جاٹ رے جاٹ

تیسرے سر پر کھاٹ، جاٹ نے جواب دیا کہ تیرے سر پر کوٹھو۔ کسی نے کہا تاک سے تاک تو ملا ہی نہیں۔ جاٹ بولا: پڑانا ملو، سب سے پوچھوں تو مرے گا۔

(۲۰۸) ایک چوبے جی بیل پر سوار چنے پر مل ٹھنگا کر کرتے چلے جاتے تھے۔ رستے میں ملے ایک پنڈت جی انہوں نے کہا: چوبے جی بیل پر سوار چنے پر مل کھاتے چلے جا رہے ہو، جو کے میں بیٹھ کر کیوں نہیں کھاتے؟

چوبے جی: پنڈت جی۔ سینے۔ گو بر جسے تم پاک سمجھ کر اُس سے چوکا لگاتے ہو وہ اس بیل کے پیٹ میں موجود ہے اور ہم اُس کی بیٹھ پر سوار ہیں پھر کچھ کھا لینے میں قباحت کیا ہے؟ جواب تھا معقول پنڈت جی کو کچھ بن نہ پڑا اپنے رستے پر سیدھے ہوئے۔

(۲۰۹) ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: کیوں جی اگر بادشاہت کو زوال نہ ہوتا تو کیا خوب ہوتا؟

وزیر: تو پھر آپ بادشاہ کیسے ہوتے؟ یہ جواب سن کر بادشاہ کو خاموش ہونا پڑا۔

(۲۱۰) ایک شاعر نے کسی امیر کی شان میں ایک قصیدہ لکھا مگر کچھ نہ ملا۔ پھر ہجو لکھی کچھ نہ ملا۔ تیسرے دہے میں جا کر امیر کے

دروازے پر ڈھکی دی۔ امیر نے پوچھا اب کیوں تشریف لائے؟
کہا آپ کا مرضیہ لکھنے کو۔

(۲۱۱) ایک شخص کسی بڑے عہدے پر جا پونہچے۔ پُرلنے ملنے والوں
میں سے ایک صاحب مبارک باد دینے گئے۔ اُن کے دیدے
پھٹ گئے تھے اُنہوں نے نہ پہچانا یا پہچانا اور تجاہل عارفانہ کیا۔
بہر حال چند راکے پوچھا، آپ کون ہیں، کیسے تشریف لائے؟
دوست نے جل کر کہا میں نے سنا تھا کہ آپ اندھے ہو گئے اس لئے
تعزیت کو آیا ہوں۔

(۲۱۲) ایک زمیندار بڑا ظالم تھا۔ رعایا کو طرح طرح کی تکلیفیں
پونہچاتا تھا اور حکومت کے نشے میں شل تھا۔ چودہری صاحب ایک
دن چلے جا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ تالاب میں دھوبی کپڑے
دھو رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ کپڑے تو ہمارے بھی مبلے ہو گئے ہیں،
لاؤ کھڑے گھاٹ دھلو اہی نہ لیں۔ ڈانٹ کر دھوبی سے کہا اُبلے
دھوبی، سُنتا نہیں، ہمارے کپڑے ابھی دھوئے، وہ بے چارہ
ان کی شکل دیکھ کے سہم گیا کہنے لگا تہت اچھا، جورو! کپڑے اُناڑیں
میں ابھی دھو دیتا ہوں۔ زمیندار صاحب کو اتنے جواب کی تاب
کہاں تھی بہت برہم ہو کر کہنے لگے اُبلے اُلو کے پٹھے ہم اور برہنہ

ہو جائیں تو ہمارے کپڑے جسم پر ہی دھو دے۔ دھو بی نے کہا جو
 کپڑے دھو بی نے ڈرنکے مارے جو دہری صاحب کو وہیں تالاب کے
 کنارے بیٹھا کے اُن کو مع کپڑوں کے نہلانا شروع کیا۔ جب کپڑے
 صاف ہو گئے تو دھو بی نے کہا: ہجو رجرا گھام میں بیٹھ جا میں کپڑے
 کھینک ہو جائیں۔ پاس ہی چنوں کا ہرا بھر اکھبت تھا آپ اُس
 میں جا بیٹھے۔ دل میں کہنے لگے کہ بے کار بیٹھنے سے فائدہ لادو کچھ
 شغل ہی کرو۔ بوٹ توڑ توڑ فراغت سے کھانے لگے۔ قضا را
 بحیثیت والا بھی آپو ہوا اُس نے دور سے ہی لکڑا کہ کھیت میں کون
 ہے؟ مگر یہاں کون سنتا تھا اپنے کام سے کام تھا۔ کھیت والے
 نے جیب بد دیکھا کہ یہ سنتا ہی نہیں اور بوٹ توڑے چلا جاتا ہے۔
 چپکے چپکے دیے یاؤں سے اُکھٹے سے اُکھٹے نمبر داریر جو تے برسانے شروع
 کیے۔ تب آپ دھو بی سے پکار کر فرماتے ہیں: کیوں یہ کیا بات ہے؟
 ٹھہر جا تجھ سے سمجھوں گا۔ دھو بی نے جواب دیا: ہجو دہری جی بات
 کیا ہوئی کپڑے میں نے دھوئے کندی اُس نے کر دی؟

(۲۱۳) کسی نے تجھ سے دریافت کیا کہ یہ سبب کیا ہے جو تو جاڑو
 میں اپنے بل سے باہر نہیں نکلتا۔ تجھ کو نے جواب دیا: گرمی میں
 ہی میری کون سی عزت ہوتی ہے جو جاڑو میں گھر سے باہر نکلوں؟

(۴۱) ایک رند مشرب کی بیوی بڑی پارسا، عابدہ اور نرا ہر
تھی۔ دن رات اُسے عبادتِ الہی سے کام تھا۔ ایک دن شوہر صاحب
بھی ایسے وقت تشریف لے آئے کہ وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز پڑھتے
دیکھ کے پوچھا کیوں بیوی مرد تو اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ ایک
ایک کو شر شر حوریں ملیں گی۔ براے مہربانی آپ فرمائیے کہ آپ کا
منشا نماز پڑھنے سے کیا ہو؟ بیوی بے چاری شر مار کر چپ ہو رہی۔
(۴۱) مشہور ہے کہ کسی شاعر نے ایک شعر کہا اور اُس کی داد
آسمان سے چاہی اور پر سے جیل نے بیٹ کر دی۔ شاعر نے کہا:

”سخن نفی عالم بالامعلوم شد“

(۲۱۶) ہم ہتھیار کیا کریں گے؟ کانگریس کے پردہ بان نے
اپنے حجام انگریزوں سے درخواست کی ہے کہ اب ہندوستانیوں
کو ہتھیار مل جانے چاہئیں تاکہ وقت بے وقت ملک کے دشمن
کا مقابلہ کر سکیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ہتھیاروں کی کچھ ضرورت نہیں
ہے۔ ہندوستانیوں کے پاس گالیوں کو سنوں کی کیا کمی ہے؟ یہ
ہتھیاری چیزیں ہاتھ میں لیں یہ وقت تو ایک عام جگہ شکر
منعقد کرنے کا تھا جس میں ایک خاص رزولوشن اور ٹینکس
پاس کیا جاتا کہ سرکار نے بدعاؤں اور گالیوں پر اپنی مہربانی

کے سینے میں لگایا نہ تم کالوں کی تودہ کالی زبان ہو کہ اگر جی
لگا کر دانت کچکچا کر کوہنے دیں تو جرمی کے بڑے منہ کی توپوں
میں کیڑے پڑ جائیں ہتھیار ہاتھ میں آئیں گے تو ملک شمسلمان
گالیاں چھوڑ کر خواہ مخواہ جیو ہتیا پر اتر آئیں گے۔ (خواجہ جس نظامی)
(۲۱۷) ایک بتی نے شیر فیہ طعنہ کیا کہ تو کیا میری برابری کرے گی
میں ایک جھولی میں دس بچے دیتی ہوں اور تو صرف ایک شیر فیہ
نے جواب دیا مگر میرا بچہ بڑا ہو کر شیر ہوتا ہے۔

(۲۱۸) موتی محل دنیا میں۔ جن کو بہشت کے قصر گوہر کا یقین
نہ تھا۔ انہوں نے گوہر جان کے وجود کو موتی محل تصور کیا اور اُس
کے ناچ میں اپنی موتی سی آبرو و برباد کی وہ کہتے تھے گوہر بھی بحرین
کا ایک پُرانا موتی ہے۔ موتیوں کا دواںہ اسی قسم کے گوہر پرستوں کا نکلا
تھا۔ مگر ان لوگوں کی آنکھوں میں شیطان موتیا بند بیٹھ گیا ہے۔
مریں گے تو قدر معلوم ہوگی اور کھلے گی۔ (خواجہ جس نظامی)

(۲۱۹) سارنگی اور پیانو۔ سارنگی بچ چکی۔ اب پیانو کا دور تھا وہ
بھی چُپ ہوتا چلا ہے۔ کسی نے سارنگی سے پوچھا تم مدت سے ہماری
بزم میں نہیں آئیں اُس نے کہا آؤں کیا خاک جن سے بزم میں
نہت ہے وہ پیانو ہی اویں سازندے کے پاس بیٹھ بیٹھ بلبلا کر تے ہوں

بیانو کی قسمت دیکھو خود مس صاحب اپنی انگلیوں سے اسے
 روندنی ہیں لگ رہی گوہر خود سارنگی بجا میں تو میری ہستی سلاطین
 رہ سکتی ہو ورنہ ایک دن ہند میں بیانو کے سوا میری شکل بھی نظر آنے لگی
 (خواجہ حسن نظامی)

(۲۲) طواف اور طواف۔ مسلمانوں کو فکر ہے کہ حرمین مقدسہ
 حریفوں کی دستِ یرو سے محفوظ رہیں کیوں کہ کعبے کے طواف کی
 حیثیت پران کے خون کی گردش متعصر ہو۔ ہندوستان کے رنگیلے
 جوان کہتے ہیں۔ طواف رہے یا نہ رہے طواف کو سلامت رہنا
 چاہیے کہ ہر آرزوئے زیست کا مرکز ہے۔ (خواجہ حسن نظامی)

(۲۳) گورمنٹ رسیدہ۔ خدا رسیدہ لوگوں کا زمانہ تو گیا
 گورمنٹ رسیدہ اصحاب میں مسٹر گو کھلے بھی خوب آدمی تھے موت
 نے ان کو کفن کے لفافے میں بند کر کے شمشان بھوجی بھیج دیا اور
 یہ پتہ درج تھا۔ اللهم بلغہ بالخیر۔ لف ہذا خاص بمقام موضع عدم لہ
 ڈاک خانہ نابود آباد تحصیل فتان ضلع نیستی رسیدہ بعلی اللہ
 کارکنان علیین و سحیتین ادام اللہ اقبالہم برسد۔ اگر مکتوب الیہ
 بمقام علیین باشد انجا رسد و اگر بمقام سحیتین باشد آسجا رسد۔
 مر معلوم بہست کہ من ملک الموت باشندہ ملک ہندوستان ہستم۔ م

بادشاہ نے مہر کی پھیل کے دیو والے پر ایک فقیر نے سوال کیا، بہت میر
 کے بعد نہ دے گا، کہ شاہ صاحب ہاتھ خالی تھیں، جو فقیر نے جواب
 دیا کہ بابا، اگر آپ تیرا ہاتھ خالی ہو اور ہماری تیر کر گئے۔
 (۱۱) ایک ماہی گیر کُچھ دُور دریا کی ایک بے نظیر مچھلی پکڑ کر
 بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔ بادشاہ کو وہ مچھلی بہت پسند آئی
 بادشاہ نے پوچھا اس کی قیمت کتنی ہے؟ فقیر نے کہا دو ہزار روپیے
 بادشاہ نے وزیر کی طرف اشارہ کیا، کہ دے دو۔ وزیر بڑا دانا
 تھا اس نے کہا کہ اس قسم کی مچھلیوں کی کیا کمی ہو بہت ملتی ہیں۔
 مگر یہی طرح جاوے جا خزانہ کُٹے گا تو بہت جلد خالی ہو جائے گا
 بادشاہ نے کہا کہ میں زبان دے چکا ہوں، اب کیا ہو سکتا ہو
 وزیر نے کہا کہ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ آپ اس سے پوچھیں کہ
 یہ مچھلی مادہ ہو یا نہ۔ اگر وہ مادہ بتلائے تو آپ نہ طلب فرمائے
 اور وہ نہ بتلائے تو بادہ منگو ایسے یقین ہو کہ وہ زچ ہو کر کم
 قیمت پر دے دے گا اور آپ کی بات میں بھی فرق نہ آئے گا۔
 ماہی گیر بڑا چلتا پرزہ تھا بادشاہ کے پوچھتے ہی جواب دیا کہ
 چنانچہ پتاہ! یہ مچھلی نہ نہ ہو نہ مادہ بلکہ خُشتی ہو۔ بادشاہ کو یہ جواب
 بہت پسند آیا اور علاوہ قیمت کے پان سو روپیہ و انعام و کونیز کو شہر نہ کیا

(۲۲۲) ایک روز شہزادی ریم التمسار خیل سے قلعہ شہر کو اپنے
گیسوئے بیجاں کو بل دے کر نچوڑ رہی تھی۔ یانی فرط زکات سے
دُشبنم کی طرح سپنل بیجاں سے ٹپک رہا تھا۔ چوں کہ شہزادی
دہن اور منہ جو تھی اس وقت کی دُراشتانی کا یہ عالم دیکھ کر دے
دہن سے گوہر سخن نکال کر یوں آبدار کیا۔

کون سی وہ چنبرہ اکثر بنے اور ٹوٹ جاتے

قطرہ شبنم کا اور جو گوہر بنے اور ٹوٹ جاتے

چوں کہ یہ شعر عالم شوق میں شہزادی کے قیمتی خیال کا نتیجہ تھا ایک
پرچہ حریری پر مزین کر کے ایک کنیز پر تمیز کے ہاتھ عاقل خاں
وزیر کے پاس روانہ کر دیا۔ عاقل خاں درپردہ شہزادی پر
فریفتہ تھا اس شعر کو دیکھ کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپ گیا اور اُس
کے پیچھے یہ جواب لکھ کر گزرا۔

جو نچوڑے تو ہنا کر بال اپنے طشت میں

آتے آتے طشت لگ کر ہرنے اور ٹوٹ جاتے

شہزادی یہ جواب پا کر بہت نادام و شرمسار ہوئی اور کہنے لگی
کہ یا خدا! اس شعر کے لفظ لفظ سے کسی چشمِ نرگس کی غمازی ثابت
ہوتی ہو۔ اس میں تو گویا سرِ تاپا میرا فوٹو کھینچا ہوا ہے اور نہ کہاں شہر کو کہاں عاقل خاں

(۸۹۶) ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس گیا تو مولوی نے کہا کہ میں نے ایک مولوی سے کہا تھا کہ جو آدمی اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ میں دنیا میں ہوں تو اس کے لئے دنیا میں ہونا چاہیے۔
 ہم تو نامرد ہیں۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ ہم غریبوں کو بھی لوٹو گے۔ بنچوروں
 نے جواب دیا اڑے بھائی ہمارے بھتیجے میں تو نامرد ہی آتے
 ہیں۔ حریر ہمارے دام میں کب آسکتا ہے؟

۸۹۷

(۸۹۷) ایک مولوی صاحب ہمیشہ مکتب میں تگر دوں سے کہا
 کرتے تھے کہ جو پڑھا کر و اُس پر عمل کیا کر۔ ایک روز مولوی صاحب
 آمد تھے کا سبق پڑھا رہے تھے۔ مگر وہ چُپ بیٹھا تھا مولوی صاحب
 کئی دفعہ خفا بھی ہوئے کہ تو سبق کیوں نہیں یاد کرتا مگر اُس نے
 بھڑکی جواب نہ دیا۔ جیت مولوی صاحب مارنے کو اُٹھے۔ تو
 شاگرد نے جواب دیا کہ آپ ہی نے تھو شنیدن کے معنی چُپ ہونا
 بتلائے تھے اور نصیحت کی تھی کہ جو پڑھا کر و اُس پر عمل کیا کر و،
 اسی وجہ سے میں چُپ بیٹھا ہوں۔ مولوی صاحب کو یہ جواب سن
 کر خاموش ہونا پڑا۔

(۸۹۸) ایک صوبہ کے حاکم نے کچھ اشعار لکھے اور ایک شاعر
 سے اُس کی داد چاہی شاعر نے کہا کہ اشعار لغو اور مہمل ہیں۔ اتنا
 کہنا تھا کہ حاکم اس قدر برا فروخت ہو کہ شاعر کو قید کر دیا جہاں سے

میر نے ایک نظم لکھی اور اسی شاعر کو دکھائی اور وہ جا ہی شاعر
کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہا کہ آپ اپنے تلامیوں کو حکم دیں
کہ مجھے پھر جیل میں لے جا کر داخل کر دیں۔

(۲۲۸) ایک شاعر کچھ اشعار لکھ کر ایک ماہر فن کے پاس رہے
گیا اور کہا کہ آپ فرمائیے کہ میرے اشعار کیسے ہیں؟ انہوں نے
کہا ”بہت خراب“ شاعر یہ سن کر بھڑکا اور ان کو خوب گالیاں
دیں۔ وہ صاحب سبک لائے اور کہنے لگے کہ ”یہ نثر آپ کی اُس
نظم سے پہچان“

(۲۲۹) ایک مرتبہ ملا حسین کاشی نے میر سیدی تفت کے
ساتھ اپنی ایک غزل کا مطلع پڑھا۔ میر صاحب نے کہا اس مطلع
میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جس سے دل پر اثر ہو۔ ملا صاحب نے کہا
”تم پر اور اثر؟ تم پر صرف گدھے کی آواز اثر کر سکتی ہو نہ کہ شعر۔“
(۲۳۰) ایک شاعر ایک مرتبہ ایک امیر کی تعریف میں ایک
قصیدہ لکھ کر لے گیا۔ امیر نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ شاعر
نے کہا کہ یہ بات آپ مجھ پر چھوڑتے ہیں؟ امیر نے کہا، ہاں شاعر
نے کہا تو مجھے ایک لاکھ درہم دلوائیے۔ امیر نے کہا یہ تو بہت ہی

کہا کہ تم کس ریم کا تین ٹکڑے کر سکتے ہو؟ شاہ نے اس پر غور کیا تو فرمایا کہ میں اسے چھ ٹکڑے کر دوں گا۔
 کہا کہ اس وقت تو میں اسے تین ٹکڑے کر سکتا ہوں۔ شاہ نے کہا کہ جب آپ
 نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تو میں نے حضور کا حق علی
 بن ابی طالب کو عرض کیا کہ جب حضور نے فرمایا کہ ریم کو کم کرو تو وہ دوسری
 نے اپنی حیثیت کے لحاظ سے عرض کیا کہ میں نے کہا کہ قسم بخدا میں اپنے
 مرتبہ کو کبھی نہ گھٹاؤں گا اور خوشی ایک لاکھ دس ہزار روپے دینے
 (۲۱۳۱) ایک شخص بہت بڑا عالم تھا مگر ویسا ہی کہ یہ منظر بھی تھا۔
 کسی نے پوچھا کہ کبھی آپ کو اپنی بد صورتی کا احساس بھی ہوا ہے؟ انہوں
 نے جواب دیا، ہاں۔ ایک مرتبہ ایک عورت میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک
 مجھے بنانے والے کی دکان پر لے گئی اور وہاں چھوڑ کے چل دی۔
 میں نے حیران ہو کر دکان دار سے پوچھا کہ کہیں یہ عورت مجھے
 یہاں کیوں لائی تھی؟ دکان دار نے کہا یہ عورت ایک عرصہ سے
 مجھ سے فرمائش کر رہی تھی کہ مجھے شیطان کا ایک مجسمہ بنا دو
 میں نے کہا جب تک نمونہ نہ دیکھوں کیوں کر بناؤں۔ آج وہ عورت
 آپ کو بطور نمونہ لائی تھی اور نمونہ دکھلا کے چل دی۔ ہاں تو اس
 دن اللہ میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔
 (۲۱۳۲) ایک شخص نہایت کریمہ مندر خد کے سامنے گڑ گڑا کر دعا

چہرہ آئینہ میں بلا خطہ فرماتے تو لکھی ہو جائے گی۔
 (۲۳۷) ایک ہنایت بڑی عورت سیلا بڑی اپنے شوہر سے کہنے
 لگی کہ مجھے اس بات کا قلق ہے کہ اگر میں مرجاؤں گی تو بلا میرے
 تمہاری زندگی کیسے ہوگی۔ شوہر نے جواب دیا کہ جی نہیں یہ بات
 نہیں ہے بلکہ جس بات سے میں پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تم
 نہ ہو میں تو میری زندگی کیسے ہوگی۔

(۲۳۸) ایک ظریف کی شادی کسی ہنایت بد شکل عورت سے
 ہوئی۔ چند دنوں کے بعد بیوی نے شوہر سے پوچھا کہ تمہارے
 بھائی بندوں اور رشتہ داروں میں سے میں کس کس کے سامنے
 ہوں اور کس کس سے پردہ کروں؟ شوہر نے کہا کہ تم کو سوائے
 میرے کسی سے بھی پردے کی ضرورت نہیں۔

(۲۳۹) ایک ظریف کی شادی ایک بڑھیا سے ہوئی۔ دوسرے
 دن یار دوستوں نے پوچھا کہ بھئی داہن کیسی ہے؟ اُس نے مسکرا کر
 جواب دیا کہ وہ تو گل نرگس ہے؟ یار لوگ۔ کیسے؟

ظریف۔ کیسے؟ سرفید، چہرہ زرد، قد و قامت بڑا پتلا سوکھ کر لگا۔
 (۲۴۰) ایک قزوینی کا لڑکا کنوئیں میں گر پڑا۔ قزوینی نے کنوئیں
 میں جھک کر دیکھا اور بیٹے سے کہنے لگا۔ یہیں ٹھہرا رہا ہے۔

کہیں جانیو ہتھیں میں رہی دنی لاکر تجھے نکالتا ہوں (۲۲۰)
 لکھتے ہو کسی عورت سے کہ تم نہایت خوب صورت معلوم
 دیتی ہو مگر اس کا نتیجہ جس کے خلاف تمہارا دل دے تو ہر مرد کی بات
 کا ضرور تقین کرے گی۔ اور موجودہ آئینہ کو تو بڑا کچھ دوسرا
 آئینہ بانڈا دے خریدے گی۔

(۲۲۱) ایک پیر مرد کی نظر کم زور تھی وہ عینک فروش کی دکان
 پر گیا عینک فروش نے ایک عینک دی اور کہا اسے لگا کر
 پڑھو۔ پڑھنے میں نے عینک لگائی، عینک فروش نے پوچھا
 پڑھ سکتے ہو؟ جواب ملا کہ نہیں عینک فروش نے پھر دوسری
 عینک دی پھر تیسری، پھر چوتھی، اور ہر مرتبہ سوال کیا پڑھ سکتے
 ہو؟ مگر بار بار یہی جواب ملتا رہا کہ نہیں۔ عینک فروش ہار کر
 کہنے کو تھا کہ کیا آپ اندھے ہیں کہ کوئی عینک آپ کو نہیں لگتی
 کہ پیر مرد نے نہایت متانت سے کہا کہ جناب میں لکھنا پڑھنا نہیں
 جانتا، بے علم ہوں۔

(۲۲۲) ایک لکچر اور شراب کی خرابیاں بیان کر رہا تھا۔ لکچر اور
 کی ناک چھندہ کی طرح مسخ تھی۔ تقریر کے دوران میں اس نے کہا
 حضرات میں حلقاً بیان کرتا ہوں کہ میں نے آج تک شراب نہیں پی

ایک دھقان جو شراب کا عادی تھا۔ کھڑکھٹن لایا تھا بول اٹھا۔
حضرت! میں حیران ہوں آپ کی ناک کا بھین کر دوں کہ زبان کا۔
آپ کی ناک ختم آپ کی زبان کی ترویج کر رہی ہے۔

(۲۲۳) دو بڈھے گر جاسے، وعظ سن کر اپنی ہوٹل کو واپس
ہو رہے تھے۔ راہ میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ وہ شخص جو
ہمارے پاس بیٹھا ہوا تھا کس قدر بد تہذیب تھا اُسے علم مجلس
ہی نہیں، کم نجت نے مجھے بہت بے آرام کیا۔ جب وعظ ہو رہا
تھا تو اُس نے اس زور زور سے خُراٹے کئے کہ میری آنکھ کھل
گئی، دوسرا بولا واقعی شرم کی جا ہو۔ مجھے بھی اُسی نے جگا دیا۔

(۲۲۴) اب تک نہایت بد شکل آدمی کو جو رو بہت حسین ملی۔ ایک
مرتبہ بیوی کہنے لگی کہ خدا نے چاہا تو ہم تم دونوں سیدھے جنت
میں جائیں گے۔ میاں نے پوچھا تمہیں کیوں کہ معلوم ہوا بیوی
ہے اس طرح معلوم ہوا کہ تم جب میرا حسین چہرہ دیکھتے ہو تو خدا کا
مشکر کرتے ہو اور میں تمہاری اُچار بد شکل دیکھ کر خدا کی
مرضی پر شا کر ہوں۔ اور اس آئے دن کی مصیبت کو صبر و شکر
سے انگیز کرنے کی عادی ہو گئی ہوں قرآن شریف میں آیا ہو۔ کشاکش
اور صابر دونوں جنت میں جائیں گے۔

(۲۴۵) بیوی۔ (میاں سے) جو اندے تم آج بازار سے لاتے ہو ان میں چھ بطخ کے ہیں۔

میاں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟

بیوی۔ کیا مجھے رتی بھی عقل نہیں۔ جب میں نے انہیں پانی میں ڈالا تو مرغی کے اندے تو ڈوب گئے۔ اور بطخ کب پانی پر تیرنے لگے۔

(۲۴۶) خوش نویس بہت کر کے غلط نویس ہوتے ہیں۔ ایک صاحب

نے قرآن شریف ایک خوش کو لکھنے کو دیا اور تاکید کر دی کہ خیر دار

اس میں اپنی طرف سے کچھ اصلاح نہ کر بیٹھنا۔ خوش نویس نے کہا کہ

میں ایسا کیا بے وقوف ہوں اور مجھے کیا نہیں معلوم کہ یہ کلام الہی

ہی۔ عرض چند دن کے بعد وہ قرآن شریف لکھ کر لائے۔ جن

صاحب نے قرآن لکھنے کو دیا تھا انہوں نے یو چھا کہئے حضرت

آپ نے کچھ اس میں تصحیح تو نہیں کی۔ خوش نویس نے بگڑ کر جواب

دیا۔ مجھے کیا آپ نے دیوانہ سمجھا ہی۔ میں کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہ خدا

کا کلام ہی۔ مگر ہاں صرف دو جگہ ایک تو یہ کھلی غلطی تھی خیر عیسیٰ ساری دنیا

جانتی ہو بس میں خرموسی لکھا تھا۔ وہ میں نے درست کر دیا۔ اور

دوسرے یہ کہ بار بار جہاں جہاں مشہد سلطان کا نام آیا مجھے برا معلوم

دیا، میں نے آپ کا اور آپ کے والد کا نام لکھ دیا۔

(۲۴۸) میرے دوستوں میں ایک صاحب محمد ابرار نامی تھے۔ وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ ہر کوئی ایسا شخص کہ جس کا نام مع ولایت کے قرآن شریف میں ہو، ان کے والد کا نام محمد نعیم تھا۔ یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ میں نے کہا سبحان اللہ آپ کی شرافت کا کیا کہنا، باپ تو باپ آپ کے دادا کا نام بھی موجود ہے۔ اِنَّ الْعَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔

(۲۴۹) باپ۔ بیٹا، تمہاری گھڑی کیا ہوئی، بیٹا۔ آبا، یہ رہی۔

باپ۔ ارے میں نے تمہیں سونے کی گھڑی دی تھی، اور یہ چاندی کی ہو بیٹا۔ لو اور سنو، جب زمانہ رنگ بدلتا ہو تو گھڑی کیوں نہ بدے۔

(۲۵۰) جوہی نامی ایک شخص کو کسی کے شلودرہم دینے آتے تھے وہ اُسے پکڑ کر قاضی کے پاس لایا۔ قاضی نے مدعی سے پوچھا کہ کوئی گواہ بھی ہو؟ مدعی، ہنسی قاضی تو اچھا مدعی علیہ کو حلف دینا چاہیے مدعی نے کہا، اُس کی قسم کا کیا ہو، جس طرح کی قسم چاہو اس سے لو۔ جوہی نے کہا، اے حضرت قاضی صاحب اگر میری قسم کا اعتبار اس شخص کو ہنسی ہو۔ تو ہمارے محلے کی مسجد کا امام بڑا پرہیزگار اور متقی ہو، اُسے بلا بھیجئے اور میری عوض اُسے حلف دیجئے تب تو اس

شخص کا اطمینان ہو گا۔

(۲۵۱) ایک شخص بغداد کا رہنے والا قزوین کو گیا۔ وہاں یونہی کرے تو قح سے زیادہ ٹھہرنا پڑا۔ اُس نے اپنے گھر کو ایک مفصل خط اپنے حالات کا لکھا۔ لیکن کسی قاصد کے نہ ملنے سے ارادہ کیا کہ خود ہی خط کو بغداد پونچھاؤں جیسا چہ خود خط لے کر اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے ہر چند اصرار کیا کہ اندر چلو مگر نہیں گئے اور خط دے کر یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ میں تو صرف یہ خط پونچانے آیا تھا۔

(۲۵۲) ابک صاحب حجاز سے شیراز آئے۔ یہاں آتے ہی رمضان شریف کا چاند نظر آیا۔ چاند کو دیکھ کر بہت گھبرائے کہ اب روزہ رکھنا پڑے گا۔ جھٹ شیراز چھوڑ دوسری جگہ چلے گئے۔ کہ خبر وہاں تو یہ چاند نہ ہو گا۔

(۲۵۳) ایک مؤذن اذان دیتے ہی مٹا دوڑنے لگا۔ لوگوں نے کہا خیر باشد، یہ کیا ہے۔ کہھر دوڑے چلے جا رہے ہو۔ آپ نے کہا میں سننے جاتا ہوں کہ دیکھوں میری اذان کی آواز کتنی دور تک جاتی ہے۔

(۲۵۴) ابک لڑکے نے کنوئیں میں جو جھک کر جھانکا تو اپنی شکل نظر آئی۔ اُس نے دوڑ کر اپنی ماں سے جا کہہ کیا، اماں! اماں!! دیکھو کنوئیں میں کوئی چور بیٹھا ہے۔ ماں آئی اور کنوئیں میں جھانک کر

کہنے لگی ہاں بیٹا تو سچ کہتا ہے اور تو نے یہ بھی دیکھا کہ اس سوتے کے ساتھ ایک پڑھیا بھی ہے۔

(۲۵۵) ایک اونچی مینار کو دیکھ کر ایک صاحب کہنے لگے ادھو اس کے بنانے والے کا قد کتنا لمبا ہوگا جب تو اس نے اتنی اونچی مینار بنائی ہوگی۔ ان کے ساتھ ایک دوسرے عقل مند تھے۔ وہ فرماتے لگے اچھی یہ بات نہیں۔ بھلا اتنا لمبا قد بھی کسی کا ہوا ہے۔ تم بھی بڑے بے وقوف ہو۔ بات یہ ہے کہ اس مینار کو زمین پر لٹا کر بنایا ہوگا پھر بنا کر سیدھا کھڑا کر دیا ہوگا۔

(۲۵۶) ایک صاحب نے اپنے غلام سے پوچھا کیوں جی جس دن ہم نے نماز جمعہ بعد اذکی مسجد میں پڑھی، کیا دن ہوگا۔ غلام نے انگلیوں پر گن گنا کر کہا، منگل ہوگا۔

(۲۵۷) ایک صاحب نے رستہ چلتے چلتے کسی سے پوچھا کیوں صاحب چاند کی آج کیا تاریخ ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا، صاب میں اس بستی میں تازہ وارد ہوں مجھے یہاں کا حال معلوم نہیں۔

(۲۵۸) سیوری حصار کے لوگ بہت سادہ لوح مشہور ہیں۔

ایک شخص کو آشوب چشم ہوا اور آنکھ میں بہت درد تھا۔ اُس نے اپنے پڑوسی سے پوچھا کیا علاج کروں۔ پڑوسی نے کہا کہ ابھی

چند روز ہوتے کہ میرے دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے تو دانت نکلوا دیا۔ دانت کا نکلوانا تھا کہ فوراً آرام ہو گیا۔ آنکھ کے نیلے تم بھی یہی کرو۔

(۲۵۹) ایک جُلاہے کے کچھ روپیئے کسی مدرس پر آتے تھے۔ وہ تقاضے کو گیا تو مدرس بڑبڑاتا تھا، اُس نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ جُلاہے نے دیکھا کہ لڑکے اپنا اپنا سبق پڑھ رہے ہیں۔ اُستاد نہ بولتا ہی نہ چالتا ہی صرف گردن ہلاتا ہی (جب سبق اور ست ہوتا ہی۔ تو اُستاد گردن ہی ہلاتا ہی) جُلاہے کو تھی جانے کی جلدی۔ بیٹھے بیٹھے تھک گیا، کہنے لگا کہ مجھے جلدی ہی۔ آپ مہربانی کر کے کھڑے ہو جلیئے اور میرے روپیئے لیے کو جلیئے۔ تب تک میں آپ کی جگہ بیٹھا ہوا سر ہلاتا رہوں گا۔ اس پر ایک بڑا قہقہہ پڑا۔

(۲۶۰) ایک قزوینی لڑائی میں ایک بڑی بھاری ڈھال لے کر گئے۔ قلعہ کی فصیل پر سے کسی نے ایک بڑا بھاری پتھر لٹھکا دیا جو سیدھا ان کے سر پر آیا۔ آپ نے گردن اٹھا کر کہا کیا خوب! ابے تو اندھا ہی ہے کہ تجھے اتنی بڑی ڈھال نہ سوچھی اور ڈھال کی جگہ میرے سر پر پتھر کھینچ مارا۔

(۲۶۱) ایک قزوینی کے دانت میں سخت درد تھا وہ دندانہ

کے پاس گیا کہ دانت نکال دو۔ دندان ساز نے ایک دانت کے نکالنے کے دو دینار مانگے۔ اُس نے کہا کہ میں ایک دینار سے زیادہ نہ دوں گا۔ لیکن جب درو زیادہ ہونے لگا تو اُس نے دو دینار نکال کر سامنے رکھ دیئے۔ اور منہ کھول کر وہ دانت بتلادیا۔ جو اچھا خاصہ تھا۔ دندان ساز نے دہی دانت نکال دیا۔ تب اُس نے کہا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ میں نے بتلایا ایک دانت اور تم نے نکالا دوسرا میرے اس دانت میں درود نہ تھا بلکہ دوسرے دانت میں تھا۔ دندان ساز نے ناچار وہ دانت بھی نکال دیا تب آپ خوشی سے بغلیں بجانے اور کہنے لگے۔ تم مجھ سے ایک دانت کے دو دینارے کر ٹھگنا چاہتے تھے۔ لیکن میں کیسا ہوشیار ہوں تم نے دیکھا میں نے کس چالاکی سے آخر فی دانت ایک دینار کے حساب سے اکھڑوایا، یا نہیں۔ ۶۔

(۲۶۲) ایک جگہ چند لوگ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے وہاں ایک فقیر بھی جا پوہنچا اور جاتے ہی ”السلام علیکم“ اور کنجوسوں کہہ کر مخاطب کیا اُن لوگوں میں سے ایک نے پوچھا مجھے کیسے معلوم ہوا کہ ہم کنجوس ہیں؟ فقیر۔ اگر یہ بات نہیں ہو تو تم اپنے کھانے میں سے کچھ دے کر مجھے جھوٹا ثابت کرونا۔

(۲۶۳) ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے پر جا کر روٹی کا سوال کیا۔ مگر ملاکہ ابھی نان باقی کے ہاں سے روٹی نہیں آئی، اچھا تو کچھ آٹا ہی دلوں گا۔ آٹا سب خرچ ہو چکا۔ خیر! کم سے کم تھوڑا سا پانی ہی یلوادو کہ حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔ سقہ ابھی پانی ہی نہیں لایا۔ اچھا تو کچھ تیل ہی دے دو کہ میں اپنے سر پر مل لوں۔ ہمارے گھر میں سر سے تیل ہی نہیں فقیر۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہی نہیں تو آؤ میرے ساتھ ہو لو کہ ہم تم پر مل کر بھیک مانگیں۔

(۲۶۴) ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے پر آکر خیرات مانگی۔ صاحب خانہ نے اپنے غلام کو یار کر کہا کہ اُسے مبارک جا فقیر سے کہہ دے کہ وہ یعقوب سے کہہ دے کہ وہ بلال سے کہہ دے کہ فقیر کو کہہ دے کہ گھر میں رکھتے ہیں فقیر نے یہ لمبی چوڑی گفتگو سن کر کہا، اے خدا جبرئیل کو حکم دے کہ وہ میکائیل سے کہہ دے کہ وہ اسرافیل سے کہہ دے کہ وہ عزرائیل سے کہہ دے کہ وہ صاحب خانہ کی روح قبض کرے۔

(۲۶۵) ایک درویش نے کسی کنجوس کے گھر جا کر سوال کیا اُس نے کہا کہ سائیں کل آنا، کل میرے ہاں دعوت ہو بہت سے لوگ جمع ہوں گے اور کھانا بھی بہت پکے گا۔ اُس میں سے میں تم کو

دوسرے دوں گا۔

فقیر لیکن اس وقت تو کچھ دلو اور کہ کل تک زندگی کا سہارا ہو جائے۔
(۲۶۶) ایک فقیر نے دروازے پر جا کر سوال کیا، جواب ملا اس وقت جاؤ، گھر میں کوئی شخص نہیں ہے۔ فقیر میں ایک ٹکڑا روٹی کا پانگتا ہوں کسی شخص کو نہیں مانگتا۔

(۲۶۷) ایک فقیر کسی گاؤں کے دروازے پر آیا جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے فقیر نے کہا بھائیو! کچھ خیرات دلو اور، ورنہ قسم بخدا میں اس گاؤں کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میں ابھی ابھی اس گاؤں سے کر آیا ہوں۔ جہاں سے کہ آ رہا ہوں لوگ بے سن کر ڈرے کہ خدا جانے یہ کیسا فقیر ہے کوئی جادوگر ہے یا خدا رسیدہ ہے۔ اب یہ ہو کہ ہمارے گاؤں کو کچھ بددعا دے کے نقصان پہنچا دے۔ لہذا سب نے مل کر کچھ روپیہ پیسہ جمع کر کے دے دیا۔ جب وہ جانے لگا تو آخر کو دل کڑا کر کے لوگوں نے پوچھا شاہ صاحب آپ نے پچھلے گاؤں کے ساتھ کیا کیا تھا؟ فقیر وہاں میں نے سوال کیا مگر کچھ نہ ملا اس لیے میں وہ گاؤں چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ اگر تم بھی کچھ دیتے۔ تو اسی طرح میں تمہارا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں کو چلا جاتا۔

(۲۶۸) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ دُنیا میں سب سے بہتر کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا جو اپنے کو سب سے کمتر سمجھے۔ پھر پوچھا کہ سب سے بدتر کون ہے۔ آپ نے فرمایا جو اپنے کو سب سے بہتر سمجھے۔

(۲۶۹) چند دوست سیر و تفریح کے لیے ایک باغ میں گئے اور ایک اچھی سایہ دار جگہ دیکھ کر دسترخوان بچھایا۔ ایک کُتا دور کھڑا ہوا تھا اُس نے جو کھانے پینے کی طیاری دیکھی تو دوڑ کر نزدیک گیا کہ کوئی لقمہ مجھے بھی ملے گا۔ مگر وہاں ایک شخص نے دسترخوان پر سے کتے کو آواز دے کر اُس کی طرف ایک پتھر اس طرح پھینکا جیسے کوئی روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے۔ کتے نے سونگھ کر چھوڑ دیا۔ اور دم دبا کر ایسا بھاگا کہ پھر بلایا تو بھی اُس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ اُن لوگوں میں سے ایک شخص بولا آپ سمجھے کہ جاتے جاتے کتا کیا کہہ گیا۔ نہیں، وہ کہہ کیا گیا؟ وہ کہہ یہ گیا کہ ”اِن کم نجت مَخسوس کے پاس سولے اس کے کہ جو انہوں نے پھینکا ہے اور دھڑا ہی کیا خاک ہے پس یہاں لقمہ نان کی توقع پر ٹھہرنے کا یہ ہے؟“

(۲۷۰) ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا گئیوں جی کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟

دوسرا۔ ہاں بے شک۔ پہلا۔ اچھا تو یار سہر دست ایک ہزار

اشرفیاں قرض تو دلو تو میں تم سے اقرار کرتا ہوں کہ دوبارہ زندہ ہوتے ہی سب سے پہلے تمہارا قرضہ چیکاؤں گا۔

دوسرا۔ ہاں دینے میں کیا تامل ہو مگر تم ضمانت اس بات کی لاؤ کہ حشر کے دن تم کتے یا سور کی جون میں نہ اٹھائے جاؤ کیونکہ مجھے کبھی یقین نہیں آتا کہ تم جیسا آدمی دوبارہ بھی انسان کی جون میں اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا۔

(۲۷۱) ایک شخص نے کسی کی بکری چرائی اور کاٹ کوٹ کے چٹ کر گئے۔ لوگوں نے لعنت ملامت کی مگر اُس کے بھانوس بھی نہ ہوا، تب لوگوں نے کہا کہ خیر دنیا میں تم نہ پکڑے گئے اور سستے چھوٹ گئے مگر خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ جب بکری اور بکری کا مالک حاضر کئے جائیں گے۔ اور بکری خود تمہارے خلاف گواہی دے گی،

سارق۔ بس تو پھر کیا مشکل ہیں وہیں کے وہیں بکری کا کان پکڑ کے اُس کے مالک کے حوالے کر دوں گا۔

(۲۷۲) ایک شخص نے ایک مزدور بلو ابا اور اُس سے کہا کہ یہ صندوق بوتلوں کا گھر بلو نہچا دو اب رہی مزدوری، مزدوری کے بدلے میں تم کو تین بیش قیمت نصبتیں کروں گا۔ مزدور اِس

بات پر راضی ہو گیا۔ جب رستے کا تہائی حصہ طر ہو گیا تو مزدور سنے
 کہا کہ آپ اپنا اقرار پورا کرنا شروع کیجئے اور تین میں سے ایک
 نصیحت تو کہئے۔ اُس شخص نے کہا کہ ”اگر کوئی شخص تم سے کہے کہ
 خالی پیٹ بھرے پیٹ سے بہتر ہے تو تم کبھی اس بات کا یقین نہ کرنا“
 پھر جب دوسرا تہائی حصہ طر ہو گیا تو دوسری نصیحت یہ کی کہ ”اگر
 کوئی کہے کہ بیدل چلنا سواری سے بہتر ہے تو تم کبھی اس بات کا یقین
 نہ کرنا“ جب گھر پہنچے تو تیسری نصیحت یہ کی کہ ”اگر کوئی تم سے
 کہے کہ اس شہر میں تنجہ سے زیادہ سستا اور تنجہ سے بڑھ کر احمق
 مزدور ہے تو اُس کی بات کا یقین نہ کرنا“ یہ سنتے ہی مزدور نے
 دھڑ سے صندوق بٹخ دیا اور ساری بوتلیں چور چور ہو کر گئیں
 اور جس طرز اور ہچے سے اُس شخص نے تین نصیحتیں کی تھیں اس
 نے بھی بالکل اُسی طرح کی آواز بنا کر اُس کی نقل کی اور کہا کہ
 ”اگر کوئی تم سے کہے کہ ان ساری بوتلوں میں سے ایک بھی سلامت
 ہے تو تم کبھی اس بات کا یقین نہ کرنا“

(۲۴۳) ایک عورت کے یکے بعد دیگرے پانچ خاوند مرے اور
 چھٹا کرنے کی نوبت آئی، بدبختی سے یہ چھٹا شوہر بھی بستر مرگ پر
 پڑ گیا۔ بیوی یہ کہہ کہہ کر روپیٹ رہی تھی، ”اگر تم خدا بخواتین

دو ہونے کو پہلے تو بھلاؤ مجھ لالہ یا کو کس پر چھوڑے جانتے ہو
شہر ہرنے (مسکرا کر) موٹی زبان سے کہا "ساتویں بندھنیت شہر
بہر جو میرے بعد تم سے مشاوری کرے گا۔"

(۲۴) ایک صاحب بہادری ایک فقیریم صاحب کسی شاپ
میں کچھ خریدنے گئے۔ دکان دار نے جھٹ دونوں کے لیے دو
کرسیاں بچھا دیں۔ صاحب نے چوترا ٹکائے ہی تھے کہ کرسی کا
پاؤں ٹوٹا اور صاحب ٹانگیں پار کے چت گرے، جھپٹ
کے اٹھے اور بگڑ کر بولے "ول تم ہمارے لیے ٹوٹی کرسی رکھا
تھا اچھا ہوا کہ ہم گرا اگر ہم صاب اس طرح گرتا تو ہم تم کو مرنہ چکھا دیتا"

(۲۵) ایک بادشاہ گھوڑے پر سوار بہر گل گشت سڑک
سڑک چلے جا رہے تھے اتنے میں ایک راہ رو سڑک پر آگیا
جس کو دیکھ کر گھوڑا بدکا اور بادشاہ گھوڑے سے جدا ہو گئے
بادشاہ کو اس شخص پر بڑا غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن

اڑا دو۔ راہ رو نے پوچھا مجھے ایسی سحت سزا کس جرم کی
پاداش میں دی جا رہی ہو؟ بادشاہ نے کہا کہ تیری طلعت بڑی
منخوس ہو دیکھتا تجھے دیکھتے ہی میں گھوڑے پر سے گر پڑا۔ راہ رو،
حضور جہاں پناہ نے اس ناہنجار کو دیکھا تو صرف گھوڑے سے جدا

ہو کر تین پر ہے مگر نصیب دشمنان کوئی چوٹ نہ ملے لیکن حضور کا
جہاں مبارک دیکھ کر غلام کی گردن ماری جا رہی ہو۔ اب انصاف
آپ کے ہاتھ ہو کہ ہم دونوں میں کس کی طلعت زیادہ نحس ہو۔ بادشاہ
ہنسا اور اس کے خون سے درگزر۔

(۲۷۶) ایک مصاحب نے بادشاہ سے عرض کی "جان کی امان
پاؤں تو عرض کروں کہ غلام نے آپ سے بڑھ کر کسی کو سست اور
کاہل نہیں پایا۔"

بادشاہ۔ یہ کیسے؟ یہ اس طرح کہ حضور بہت آسانی سے کسی کو بھی
حکم دے سکتے تھے۔ کہ خانہ زاد کو ایک لاکھ درہم دے دو لیکن آپ
زبان کو اتنی سی بات کہنے کی بھی تکلیف دینا نہیں چاہتے۔
بادشاہ ہنسا اور اس کو خاطر خواہ انعام دیا۔

(۲۷۷) ایک سیاح کا بیان ہو کہ کسی شہر میں اس کا گزیر قبرستان
میں سے ہوا وہاں ایک قبر کی لوح پر یہ عسارت کندہ تھی "میں اس
شخص کا فرزند ہوں جس کے تابع ہوا تھی وہ جب چاہتا ہوا کو
قید کر لیتا اور جب چاہتا چھوڑ دیتا؟ لوگ اس سے سمجھتے تھے کہ
اس شخص کا باپ کوئی بڑا بھاری ساحر ہو گا جو ہوا جیسی چیز اس کے
بس میں تھی۔ سیاح چلنے ہی کو تھا کہ ایک محاذ کی قبر پر بہ کتبہ دیکھا

ہمارے بالمقابل جو شخص دُشمن ہو کوئی شخص اُس کی شینجی میں نہ آئے گیوں کہ اس کا باپ صرف لوہا رہا جو بھتے میں ہوا بند کر لبتا تھا اور اُسی میں سے ہوا چھوڑ بھی دیتا تھا۔ ستیاہ کہتا ہو کہ مجھے سخت تعجب ہو کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باہمی خصوصیت مرتے حکم بعد بھی باقی رہتی ہو۔

(۲۷۸) ایک صاحب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے کہا اسے خبر اُس نے کہا کہ تم سب اپنے دل میں ایک ایک بات لے لو میں نہیں تمہارے دل کی بات بتا دوں گا۔

حاضرین۔ اچھا ہم سب کے اپنے اپنے دل میں ایک ایک بات لے لی ہو ابلائیے۔ مدعی بنوے۔ تم سب اس وقت اپنے خیال میں مجھے پاگل سمجھتے ہو اور یہ کہ میرا دعویٰ پیغمبری جھوٹا ہو، سب نے کہا ہاں صاحب بات نو بیچ کہتے ہو۔

(۲۷۹) ایک صاحب نے اپنے دوست سے کہا اگر مرستے میں کئی کتاب پر حملہ کرے تو یہ آیت قرآن کی پڑھو۔ کتا کبھی تمہاری طرف رخ نہ کرے گا۔

دوست۔ اس سے ہتر تو یہ ہو گا کہ ایک لکڑی ہاتھ میں کیوں رکھوں کیوں کہ سب کتے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں ہوتے۔

(۲۸۰) ایک کشتی کشتی میں بیٹھے ہوئے کشتی بان سے پوچھنے لگے کہ کیوں باؤ تم نے کچھ صرف بھی پڑھی ہو؟ کشتی بان نے کہا نہیں تو تم نے اپنی آدمی زندگی مفت راہنکائی کی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد تیز ہوا چلی اور بے طرح طوفان آیا، کشتی ڈگمگانے لگی۔ ایک کشتی بان کی باری تھی اُس نے کہا مولوی صاحب، آپ کو تیرنا بھی آتا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ کشتی بان: "تو اب تو آپ کی ساری کی ساری زندگی اکارت جانے کا وقت آیا۔"

(۲۸۱) ایک کسان حکیم صوبہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے کھیت کی پیداوار مشکل سے دس من ہوگی مگر آپ کے اہلکاروں نے وصولِ ریرال گزاری کے لئے سو من کا کیل کیا ہے۔ صوبہ دار نے بڑک کر کہا کہ بس من کی ڈاڑھی منہ پر رکھ کر تجھے جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی بھلا ایسا بھی کوئی ہوگا۔ جو دس من پیداوار کو سو من لکھ دے۔

کسان: جب آپ ہی میری ڈاڑھی کو جو شاید پانچ مثقال ہو تو بے بے دھڑک دس من کی فرما رہے ہیں تو آپ کے اہلکاروں کا دس من کو سو کہنا کب قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔ صوبہ دار شرمندہ ہوا اور کہا جامیاں جا اپنا رستہ لے میں تیرا ہی تحمینہ قائم رکھوں گا۔

(۲۸۲) ایک حسین لڑکے سے ایک عاشق فریخ صاحب لکھنؤ کی باتیں کرنے لگے۔ لیکن اُس نے کچھ فریخ دیا اور جھڑپ کر دیا۔ پتہ فرما دیا۔ لیکن وہ نہ بول سکا۔ اور نہ بول سکا۔ (۱۵۸)

(۱۵۹) ایک دوست ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے مچھلیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اُن کے دسترخوان پر تین مچھلیاں تھیں، ایک چھوٹی اور بڑی۔ ایک تیسرے قص کو آتے ہوئے دیکھ کر وہ بڑی مچھلیاں کو بھی میں چھپا دیں۔ پورے اس کی صلاح کی اور اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ اور ایک دو تین لقمے کھانے کے بعد اپنے ریڑھ پر ان سے پوچھا کہ تم نے حضرت یونس کی کہانی بھی سنی ہے جب کہ آپ کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنی، اچھا تو مجھے اس مچھلی سے پوچھنے دو اور اپنا کان پاس لگا کر تھوڑی دیر اس انداز سے رکھا گیا کہ کچھ سن رہا ہو اور پھر کہا کہ یہ مچھلی کہتی ہے کہ میں تو تفصیلی واقعات سے پوری طرح واقف نہیں ہوں، تم ان دو مچھلیوں سے پوچھو جو ہم سے بڑی ہیں اور دیکھی کے اندر رہیں۔ یہ لوگ سننے اور وہ دو مچھلیاں جو چھپا دی تھیں وہ بھی نکال دیں۔

(۲۸۳) ایک منجم کو پھانسی دینے کا حکم ہوا۔ اُس سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم کو اس سانحہ کی پہلے سے خبر ہو گئی تھی؟ منجم نے جواب دیا

میرے ستارے اتنا بتاتے تھے کہ مرنے کے وقت میرا مرتبہ بلند ہوگا مگر یہ خبر نہ تھی کہ وہ بلندی پھانسی پر چڑھنے کی ہوگی۔

(۲۸۵) کہتے ہیں کہ ارژنگ خانہ چین میں تین تصویریں ہیں

جو انسان کی مختلف حالتیں بتلاتی ہیں۔ ایک میں ایک آدمی جھکنا

ہوئے کچھ سوچ رہا ہو۔ دوسری تصویر میں ایک شخص اپنا سر سرخ

رہا ہو اور ڈاڑھی نوج رہا ہو۔ تیسری میں ایک شخص نالچ رہا ہو اور

ہنس رہا ہو۔ پہلی تصویر کے نیچے یہ لکھا ہوا ہو یہ شخص شادی کرنے

کے خیال میں مگن ہو۔ دوسری کے نیچے اس نے شادی کر لی اور

اب کچھتا رہا ہو۔ تیسری کے نیچے اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی

(۲۸۶) ایک شخص قاضی کے پاس دادخواہ ہوا کہ فلاں شخص نے

مجھے سخت سست کہا کہ ”گدھا مت بن“ قاضی نے کہا کہنے والا خود

بے وقوف ہو تم اُس کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرو اُس کو کوئی حق

نہیں کہ جو تمہارا دل چاہتا ہو اُس کے کہنے سے تم کو باز رکھے۔

(۲۸۷) ایک شخص نے قاضی سے پوچھا ”اگر میں کھجوریں کھاؤں تو

کچھ گناہ ہو؟ قاضی نہیں۔ اور اگر میں اُس میں کچھ پانی بھی ملاؤں

قاضی۔ تب بھی کچھ قباحت نہیں۔ اور اگر میں کچھ خمیر ملاؤں تو

قاضی۔ کچھ مضائقہ نہیں۔

اچھا تو کھجور کی شراب انہیں تین چیزوں سے مرکب ہو پھر وہ حرام کیونکہ
 قاضی نے جواب دیا کہ اگر میں ایک مٹھی خاک کی تمہارے سر پر ڈال
 دوں تو تم کو اُس سے کوئی نقصان ہو گا؟ اُس آدمی نے جواب دیا
 کچھ بھی نہیں۔ قاضی اور اگر میں اُس میں کچھ پانی ملا دوں۔ تب بھی
 تکلیف دہ نہ ہو گا۔ اچھا اگر میں مٹی میں پانی ڈال کر گوندھ لوں اور
 اُسے پکاکر ایک اینٹ بنالوں تو تو میرا سر پھوٹ جائے گا۔
 قاضی۔ بس یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔

(۲۸۸) دانش مندوں کا قول ہے کہ جب کوئی شخص صبح سویرے
 اپنے گھر سے یہ کہتا ہوا نکلے کہ جو کچھ خدا کے نزدیک ہے وہی بہتر
 ہو یا اُس کے قریب اور کوئی کلمہ تو تم جان لو کہ اس کے پڑوسی
 کے ہاں کچھ تقریب تھی جس میں اسے نہیں بلایا گیا۔ اور جب چند
 لوگوں کو قاضی کی کچھری سے نکلے ہوئے یہ کہتے سُنو کہ ہم نے
 تو بھی گواہی میں دہی کہا ہے جو ہم نے بخش خود دیکھا اور اپنے
 کانوں سے سُنا ہے تو جان لو کہ انہوں نے ایسی جھوٹی گواہی دی ہے
 جسے قاضی نے مردود کر دیا اور جب تم کسی دولٹا کو دیکھو کہ وہ
 شادی کی صبح میں یہ کہہ رہا ہے کہ تو اتنے بھمی کی روک تھام اور
 پاک بازی سب چیزوں سے بہتر ہے تو جان لو کہ اس کی دہن بڑی

نہایت ہی اچھا اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی حاکم صوبہ کی کچھری سے
بہرہ کھتا ہو لنگھا ہو کہ خدا کا ہاتھ سب سے طاقتور رہے، تو جان لو
اُس کی خوب جتنے کاری ہوئی ہو۔

(۲۸۹) ایک شخص نے ایک نوجوان دوست سے کہا کہ میں فلاں
لڑکی سے شادی کر فی چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا یا ر ذرا سنبھل کر
اُس کوچے میں قدم دھرتا کیوں کہ میں نے بچشم خود ایک شخص کو
اُس لڑکی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ سن کر اُس نے
شادی کا خیال چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد سنا کہ اسی نوجوان
نے اُس لڑکی سے خود شادی کر لی تب اُس شخص نے جا کر پوچھا
یا ر تم نے تو خوب دھوکا دیا مجھے تو منع کیا اور آپ شادی کر لی
نوجوان نے جواب دیا کہ جس شخص نے اُس لڑکی کا بوسہ لیا
اُسے میں جانتا تھا، وہ اُس کا باپ تھا۔

(۲۹۰) ایک شخص دوستوں میں ڈینگ مار رہا تھا کہ مجھے
کوئی ہزار روپیہ بھی دے تو میں کبھی جھوٹ نہ بولوں۔ دوستوں
میں سے ایک نے جواب دیا کہ سوائے اس بات کے کہ تم کو
ایک روپیہ بھی نہ ملا اور تم جھوٹ بولے۔

(۲۹۱) ایک رات ایک اندھے کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے

گھر کے دروازے کے پاس گر پڑا اور چلنے لگا کہ یہاں تینوں کبوتر
 ذرا چرائ لانا کہ میں غریب ملائینا اپنے رستے چلا جاؤں (ایک)
 شخص نے کہا جب تم بندھے ہو تو روشنی سے تمہیں کیا فائدہ ہو
 اندھا بین روشنی اس واسطے مانگتا ہوں کہ جو چلنے سے کہے گا
 کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دے گا تا وہ خود ٹھوکر کھانے سے بچے گا۔

(۲۹۲) ایک چوکی دار رات کو روندہ کو نکلا دیکھا کہ ایک شخص
 شراب کے نشے میں مدہوش سڑک کی نالی میں پڑا ہوا چوکی دار
 نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا چل۔ شرابی نے کہا، کہاں؟
 چوکی دار۔ حوالات میں۔ شرابی۔ تو برائے خدا میرا ہاتھ چھوٹے
 اگر مجھ میں چلنے ہی کی طاقت ہوتی تو میں یہاں کیوں پڑا رہتا
 اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا۔

(۲۹۳) ایک شخص شراب کے نشے میں تل آدھی رات کے
 وقت بار بار میں ایک تھم سے ٹیکا لگائے ہوئے کھڑا تھا اور اسے
 ایسا معلوم دیتا تھا گویا ساری زمین چکر کھا رہی ہو ان کے
 ایک ملاقاتی نے دیکھ کر کہا یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ گھر
 کیوں نہیں جاتے؟ شرابی۔ دوست تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر دس گھر پھر
 رہے ہیں میں انتظار میں ہوں کہ میرا گھر بھی پھرتے پھرتے

آجائے تو میں جھپٹتا ہوں میں گھس جاتوں۔
(۲۹۳) ایک خطریف کے گھر کا دروازہ کوئی چور چڑا کر لے گیا
صبح کو جب معلوم ہوا تو یہ حیدر سے مسجد میں پوچھے اور مسجد کا
ایک دروازہ اکھاڑ کر اپنے گھر میں لگایا لوگوں نے کہا اسے
میاں تم نے یہ کیا غضب کیا کہ خانہ خدا کا دروازہ اکھاڑ لائے
ظریف نے جواب دیا میرا دروازہ چور لے گیا اور چور کو سچے
خدا کے کون جانتا ہو وہ چور کا ہاتھ میرے ہاتھ پکڑا دے
اور اپنا دروازہ شوق سے لے جائے۔

(۲۹۵) ایک درزی فوج میں داخل ہو کر سپاہی بنے۔ ایک
لڑائی میں سرس تیر لگنے سے زخمی ہوئے ڈاکٹر نے کہا کچھ ڈرنے
کی بات نہیں تیر نے تمہارے دماغ کو نقصان نہیں پہنچایا۔
درزی نے کہا کہ اس کا تو مجھے ذرا بھی خدشہ نہیں کیوں کہ میرے
سر میں گزرا سا دماغ بھی ہوتا تو میں اپنا اچھا خاصہ درزی کا
پیشہ چھوڑ کر سپاہی کیوں بنتا۔

(۲۹۶) ایک سپاہی کا گھوڑا چوری گیا۔ ایک صاحب نے
کہا کہ بھائی یہ تو تمہارا قصور ہو تم نے اصطبل کو قفل کیونٹ لگایا
ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ یہ سرس تمہارے نوکر کی خطا ہو، نہ

صطبل کا دروازہ کھلا بھڑکتا رہا کھوڑا چوری جا لہ گیا ہی سنتے سنتے
چل گیا کہنے لگا "ہاں ہاں صاحب یہ سب ہمارا ہی خطا ہے مگر تم
سب کے نزدیک شاید چوری کی کچھ خطا نہیں۔"

(۲۹۷) ایک سپاہی میدان جنگ میں سے لوگ دم بھاگا جا رہا تھا
کسی نے دیکھ کر کہا ارے بزدل کہاں بھاگ رہا ہو سپاہی نے
کہا مجھ پر منظور ہے کہ لوگ مجھے کہیں کہ فلاں شخص بھاگ گیا خدا
بھگتے غارت کرے مگر یہ کہلوانا منظور نہیں کہ غریب بے چارہ
میدان جنگ میں مارا گیا خدا اُس کے حال پر رحم کرے۔

(۲۹۸) ایک شخص بہت ظریف الطبع تھا۔ اگرچہ بوڑھا ہو گیا تھا
مگر پھر بھی مزاج میں سے چھل نہ جاتی تھی ایک دن اُس کے دوستوں
اور بڑوسیوں نے اُسے خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ اس عمر میں
تم کو اس قسم کے مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ یہ عمر تمہاری
ہنسی مذاق کی ہی یا یہ کہ تم کو اپنی اوقات عبادت الہی روزہ نماز
قرآن شریف تو بہ استغفار میں صرف کرنی چاہیئے۔ ظریف نے
جواب دیا کہ آپ اطمینان رکھیں میرا مشغلہ بھی یہی ہے قرآن مجید اور
حدیث شریف آکھوں پھر میرے پیش نظر ہو میں نے بہت سی
حدیثیں زبانی بھی سنی ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا ایک حدیث فرمائیے تو

طریقہ نے کہا حدیثنا نفعہ بن یزید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ
ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دو اوصاف ایسے ہیں جو ہر شخص کو دونوں
جہان میں خوش رہنا چاہتا ہو حاصل کرنے چاہئیں۔ لوگوں نے
کہا ہاں یہ تو ہوا مگر وہ اوصاف تو کہو کہ کیا ہیں؟ بہت دیر سوچ
سوچ کر طریقہ نے کہا ارے یارو! ایک بات تو رادی نفع ہی
روایت کرنا بھول گیا رہی دوسری بات وہ میں بھول گیا۔

(۲۹۹) ایک غریب بڑا لالچی تھا وہ کسی صحرا میں چلا جا رہا تھا دیکھا
کہ ایک بڑے پتھر پر یہ کندہ ہے:- ”جو مجھے اٹائے گا اُسے کچھ فائدہ
ہو نہیے گا“ غریب نے اس اُمید پر کہ شاید اس پتھر کے نیچے کچھ خزانہ
گڑا ہوا ہو گا بہت کچھ کھودا اور بڑی محنت اور مصیبت سے اُسے
بہتر ارقّت و زحمت لٹھکایا تو دیکھا کہ اُس کی دوسری طرف
نہ لکھا ہوا تھا:- ”اب مجھے پھر اٹا دو“ غریب بہت جھلایا اور
نے یہ دھوکا بازی کی ہے اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا چلا گیا۔

(۳۰۰) ایک شخص جو بڑا بکواسی تھا اپنے ایک دوست کی عیادت
کو گیا اور اب جم کہ بیٹھا کہ مریض بے زار ہو گیا۔ آخر کاریوں کہنے
لگا کہ کہیئے حضرت کس بات کو دل چاہتا ہے آپ کی جو دلی خواہش
ہو وہ کہہ ڈالیئے دل میں نہ رکھیئے مریض نے مسکرا کر کہا کہ

بھائی صاحب میری تویں یہی تمنا ہے کہ موت آجائے اور کسی طرح تمہاری اس بکو اس سے نجات ملے۔

(۳۰۱) ایک متقی اور عالم آدمی ایک امیر کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے کچھ رویہ حاجت مندوں اور مستحقوں کے لیے نکال کر رکھ دیا ہے۔ امیر آدمی بڑا کنجوس تھا اُس نے کہا ہاں مگر وہ رویہ صرف اندھوں کے لیے مخصوص ہے تم نابینا نہیں ہو اس لیے میں تمہاری امداد نہیں کر سکتا۔ اُس شخص نے جواب دیا تم غلط کہہ رہے ہو مجھ سے زیادہ اور کون اندھا ہوگا جو خالق روزی رساں کے دروازے سے مُتہ موڑ کر تجھ جیسے کنجوس کے در پر آیا ہو؟ اور یہ کہہ کر اپنی راہ لی۔ اس قول سے امیر کے دل پر بڑی چوٹ لگی اور وہ آپ کے پیچھے دوڑا اور ہر چند چاہا کہ آپ کی کچھ خدمت کرے مگر آپ نے اُس سے لینے سے قطعاً انکار کیا۔

(۳۰۲) ایک مجذوب نے کسی دروازے پر جا کر سوال کیا اندر سے ایک نوجوان لڑکی ایک روٹی لے کر آئی آپ نے اُس کا اُبھرا ہوا سینہ دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ شرمائی اور اُس نے جا کر اپنی ماں سے شکایت کی، ماں نے کہا اچھا اُس فقیر کو ابکے آنے دے اس کا جواب میں دوں گی۔ ماں نے بیٹی کو سکھا دیا تھا کہ

تیسرے تھے تو یہ حجاب درجہ دو چار دین کے بعد مجذوب پھر آیا اور وہی سوال کیا۔ لڑکی نے کہا اس میں سے بچے کی غذا لگتی ہے، شاہ صاحبہ بچہ کہاں ہے؟ لڑکی۔ بچہ جب ہوگا تب ہوگا۔ یہ سن کر مجذوب نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ امی پروردگار! صدقے تیری خدائی کے ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا اور اُس کا سامان پرورش پہلے ہی سے تہیا کر لیا تو کیا وہ مجھے رزق دے گا، کیا میں اُس کا بندہ نہیں؟

(۳۰۳) ایک طبیب نے دیکھا کہ ایک شخص دو متضاد چیزیں وقت واحد میں کھا رہا ہے، طبیب نے اُسے جتلیا بھی کر دیکھا اس طرح کا کھانا موافقت کرے گا۔ دوسرے دن سنا کہ وہ شخص بیمار پڑ گیا طبیب اُس کے پاس گیا اور کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ مت کھاؤ، نقصان کریں گی؟ "مریض ہاں آپ نے کہا تھا لیکن بخدا یہ دونوں چیزیں اب شفق ہو گئی ہیں اور انہوں نے بالاتفاق میری جان لینے پر کمر باندھی ہے۔

(۳۰۴) رمضان شریف میں ایک مولوی صاحب عظم فرما رہے تھے کہ بھائیو! رمضان المبارک کا مقدس متبرک مہینا روزوں اور نماز کا مہینا اب بفضل خدا پھر آیا ہے، تم سب اپنی اپنی جگہ غور کرو کہ کیا پچھلے سال جب رمضان آیا تھا تو تم نے کیا کیا اعمال حسنہ کئے

اور آیا رمضان المبارک تمہارے افعال و اعمال سے خوش گیایا
 خوش۔ ایک مسخرے نے کہا اچھی رمضان ہم سے خوش گیا۔ دعا عطا
 ہو چھا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ مسخرہ۔ یہ مجھے اس طرح معلوم
 ہوا کہ اگر رمضان شریف کی خاطر خواہ آؤ بھگت نہ ہوئی ہو تو
 اور وہ خوش خوش نہ جاتے تو ایسی جلدی پھر کیوں آتے؟
 (۳۰۶) ایک کامیابی نے اپنے واسطے ایک مقبرہ بنوایا جب
 وہ مقبرہ بن کر ہمہ جہت طیار ہو گیا تو اس نے کاری گردن ملنے
 پوچھا کہ صاحب اس کی تکمیل میں کچھ کو کسر باقی تو نہیں ہو،
 ایک کاری گردن نے جواب دیا، جی ہاں! صرف ایک چیز ابھی رہ گئی
 ہے اور وہ یہ ہو کہ حضور اس میں تشریف لاکر آرام فرمائیں۔
 (۳۰۷) ایک شخص کو آشوب چشم تھا وہ دوا کے لیے حلاوتری
 کے پاس گیا سالوتری کے پاس اور کون سی دوا تھی اُس نے ہی
 دوا لگا دی جو مویشیوں کو لگاتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھیں جلتی رہیں
 اُس نے قاضی کے پاس جا کر شکایت کی، قاضی نے دھتکار دیا کہ
 جان لیماہن کوئی قانون ایسا نہیں ہو کہ تجھے معاوضہ دلا یا جائے
 اگر تو گدھانہ چھوٹا تو علاج کے واسطے سالوتری کے پاس
 جاتا ہی کیوں؟ (از گلستان)

(۳۰۷) ایک شخص کو منظور ہوا کہ فلاں طبیب شہر میں بڑا حاذق مشہور ہو اُس کی تشخیص اور ریاقت کا امتحان کیئے۔ ایک شبے میں بھینس کا قارورہ لے جا کر دکھایا اور درخواست کی کہ اس مریض کے واسطے کوئی نسخہ تجویز کیا جائے، طبیب نے قارورے کو بغور دیکھا تو انسان کے قارورے کی کوئی علامت اُس میں نہ پائی، سمجھا ہونہ ہو بھینس کا قارورہ ہو تب طبیب نے یہ نسخہ لکھ دیا۔ دودھڑی بھس۔ سیبھر کھلی اور نبولے سانی کر کے بیمار کو کھلائیں۔ اوپر سے نال دو نال کر ڈوا تیل پلائیں۔

(۳۰۸) ایک امیر آدمی کے صاحبزادے اپنے باپ کی قبر پر بیٹھ ایک درویش کے لڑکے سے ڈینگ مار رہے تھے کہ دیکھو امیر باپ کی قبر سنگ مرمر کی ہو کتبہ کیسا نفیس طلائی ہو فرش میں دیکھو کیسی نفیس کاشانی اینٹیں رنگ برنگ کی لگی ہوئی ہیں تیرے باپ کی قبر اس کے مقابلے میں کیا ہو، دو چار اینٹیں رکھ دیں اوپر سے ٹوکری دو ٹوکری مٹی ڈال دی بس قبر ہو گئی، درویش کے لڑکے نے کہا، بس خاموش رہیے مرنے نہ کھلو ایسے، لیکن جب تک آپ کے والد ماجد اس بھاری بوجھ سے نکلنے کی کوشش کریں گے میرا باپ ہلکا پھلکا جنت میں پہنچ بھی چکا ہوگا۔ (از گلستان)

(۳۰۹) ایک یک چشم نے دو آنکھوں والے سے بازی بدی کہ میں تجھ سے زیادہ دیکھتا ہوں جب شرط کا قرار داد ہو گیا تو کلانے نے کہا یار! میں جیت گیا کیوں کہ میں تمہارے چہرے پر دو آنکھیں دیکھتا ہوں اور تم کو میرے چہرے پر ایک ہی آنکھ نظر آتی ہے۔

(۳۱۰) کسی شخص نے ایک کنواں اسنے کسی ہمسائے کے ہاتھ فروخت کیا لیکن جب وہ پانی کھینچنے لگا تو متعزز ہوا کہ میں کنواں بیچا ہوں کچھ پانی نہیں بیچا۔ پانی لینا ہی تو اُس کے دام الٹا ہوا مقدمہ قاضی تک گیا، قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ اگر تم نے صرف کنواں ہی فروخت کیا ہے اور پانی نہیں بیچا تو تم کو دوسرے آدمی کے کنوئیں میں اپنا پانی رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور تم ضرور جرمانہ کے مستوجب ہو۔ لہذا تم اس شخص کے کنوئیں میں سے فوراً اپنا پانی اٹھا لے جاؤ یا یہ کہ اتنا کہ یہ دو۔ یہ سن کر کنوئیں والے کی آنکھیں کھل گئیں اور دب کر صلح کرنی پڑی۔

(۳۱۱) ایک شخص نے کہا کہ میری ایک چھوٹی سی درخواست ہے۔ دوسرا۔ چھوٹی ہے؟ تو اچھا ابھی ٹھہر جاؤ، ذرا اُس سے بڑی ہو لینے دو۔

(۳۱۲) کسی نے ایک عالم کے سامنے برسبیل تذکرہ کہا کہ

فلان شخص بہ قہر آن پڑھنے یا سنے کا لہجہ نہ ہوتا ہو کہ وہ غش کھا کر
بڑھتا ہو۔ عالم نے کہا ہاں ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن میں تو جب جانوں کہ
ایک اپنی دیوار پر چڑھ کر وہ قرآن پڑھیں یا سنیں اور وہاں
سے غش کھا کر گریں تو بات ہو۔

(۳۱۳) ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پوچھا کہ کیوں جی ہماری
ہتلیوں پر بال کیوں نہیں ہیں؟

مصاحب۔ حضور کی داد و دہش اس کثرت سے ہے کہ ہتلی پر بال
جنم نہیں پاتے۔ خیرات کرتے کرتے گھس گئے۔

بادشاہ۔ تو پھر دوسروں کی ہتلیوں پر بال کیوں نہیں ہیں؟
مصاحب۔ آپ کے مواہب و عطیات کے لینے لیتے اڑ گئے۔
بادشاہ۔ اور ان کی کہو جو نہ دیں نہ لیں۔

مصاحب۔ وہ کفِ حسرتِ افسوس ملتے ملتے کہ ہاتھ نہ ہم نے کسی
کو دیا نہ لیا۔

(۳۱۴) ایک صاحب کسی ہمسایہ کی عیادت کو گئے، کچھ دیر بیٹھ
کر جب چلنے لگے تو بلحاظ ہم دردی و اخلاق فرمانے لگے کہ سال
گزشتہ اسی گھر میں موت ہو گئی اور تم نے مجھے خبر تک
نہ کی اس مرتبہ پھر نہ بھول جانا۔

(۳۱۵) ایک وکیل صاحب کی لڑکی بہت بد شکل تھی، لیکن باوجودیکہ
 چہیز بہت ملتا تھا کسی نے بھی خواستگاری نہ کی، انا چار وکیل
 صاحب نے لڑکی کو ایک اندھے کے سر منڈھ دیا۔ اسی سال
 سرانندیپ سے کوئی بڑا مشہور کتھال آیا جو اندھوں کو اچھا کرتا تھا
 لوگوں نے وکیل صاحب سے کہا۔ آپ اپنے داماد کا علاج اس سے
 کیوں نہیں کرتے۔ وکیل صاحب نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے
 کہ اسکی آنکھیں ہوجانے کے بعد کہیں یہ اپنی بیوی کو طلاق نہ
 دے دے۔ (از گلستاں)

(۳۱۶) سلطان محمود کے بعض ملازمین نے حسن ہمدانی
 سے پوچھا کہ بادشاہ نے تم سے فلاں معاملے میں کیا فرمایا تھا؟
 حسن نے جواب دیا کہ کیا تم بھی اُس واقعہ سے باخبر ہو؟ پوچھنے
 والے نے کہا آپ وزیر اعظم ہیں ایسی راز کی باتیں بادشاہ
 آپ سے ہی کہتا ہے ہم لوگوں سے کیوں کہنے لگا۔

حسن۔ ہاں! تو بادشاہ مجھ سے اس اعتماد پر فرماتے ہیں کہ میں
 کسی اور سے نہ کہوں گا، اور جب یہ بات ہو تو پھر تم مجھ سے
 پوچھتے ہی کیوں ہو۔ (از گلستاں)

(۳۱۷) ایک پیر مرد جن کی کمر دھری ہو گئی تھی جھکے ہوئے

لکڑی کے سہارے کمان کی شکل بنے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک جوان نے دیکھ کر کہا یا حصریت یہ کمان آپ نے کتنے کو لی؟ میں بھی ایسی کمان خریدنی چاہتا ہوں۔

پیر مرد۔! صاحبزادے اگر جیتے رہو گے تو دام کیوں خرچ کرو ایسی کمان تم کو مفت مل جائے گی۔

(۳۱۸) ایک پیر مرد جن کی کمر بوبہ صعیفی کے دھری ہو گئی تھی جھکے ہوئے چلے جا رہے تھے ایک نوجوان نے چھیڑ کر پوچھا: "حضرت! کیا اگر گیا، کیا ڈھونڈتے ہو؟"

پیر مرد۔! میاں کھوئی ہوئی جوانی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔

(۳۱۹) ایک یغدادی اور ایک مصری ظریف دونوں کسی امیر کی مجلس میں بیٹھے ہوئے چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے امیر نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ اب کیا جھوٹ کا طومار باندھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا "جی کچھ نہیں، صرف حضور کی تعریف کر رہے ہیں۔"

(۳۲۰) ایک عیسائی نے اسلام قبول کر لیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا "گو یا آج تم نئے سرے سے پیدا ہوئے۔" چھ مہینے کے بعد پاس یڑوس کے لوگ اسے پکڑ کر لاتے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا۔ قاضی نے بہت لعنت ملا مت کی اور پوچھا کہ نماز کیوں چھوڑ دی؟

اُس نے جواب دیا کہ جب سلمان ہوا تھا تو آپ ہی نے فرمایا تھا کہ آج تم نئے سر سے پیدا ہوئے۔ اس بات کو چھ ہی مہینے تو ہوئے اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ چھ مہینے کے بچے پر نازہ فرض نہیں ہے۔ (۳۲۱) راہگزر ارے اوپر سے یہ کون پانی گراتا ہے۔ جناب! کیا مجال! پانی نہیں شہریت قارورہ ہے۔

(۳۲۲) بیوی (اپنے شوہر سے) دیکھنا! تنہا ضد کیے جاتا ہے، نہ دودھ پیتا ہے نہ چُپ ہوتا ہے۔

شوہر (چُپکار کر) پی لو بیٹا پی لو۔ نہیں پیتے تو دیکھو میں سیئے لیتا ہوں۔ (۳۲۳) ماں (بیٹے سے) دیکھو بیٹا! آج کا کام کل پر کبھی نہ ٹالنا۔ بچہ۔ تو اماں! تم نے وہ مٹھائی کل کے لئے کیوں اٹھا رکھی ہے؟

(۳۲۴) ایک شخص ایک وکیل سے مشورہ لینے گیا کہ میں دوسری شادی کرنی چاہتا ہوں مگر وہ لوگ اس بات پر راضی نہیں ہوتے، کہتے ہیں کہ اپنی پہلی بیوی کو پہلے طلاق دو اس کے بعد ہم کریں گے۔ یہ بات مجھے منظور نہیں کہ میں اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دوں، کوئی ترکیب ایسی بتائیے کہ ہلدی لگے نہ پھٹکی اور رنگ چوکھا ہو۔ وکیل صاحب۔ یہ کیا شکل ہے۔ تم اپنی موجودہ بیوی سے کہو کہ وہ کچھ پھول لے کر قبرستان میں چلی جائیں اور

وہاں تھوڑی دیر گھنٹے دو گھنٹے رہ کر اپنے اعزہ اقربا کی قبروں پر پھول چڑھائیں اور فاتحہ وغیرہ پڑھیں۔ تم اپنی سنگتیر کے رشتہ داروں میں جا کر قسم کھا لو کہ سوائے میری اس بیوی کے جو قبرستان میں ہو اگر میری کوئی اور بیوی گھر میں یا کہیں اور ہو تو میں نے طلاق دی۔ تم گواہ رہو۔ اس شخص نے یہی کیا اور اس کا دوا بھل گیا۔ سنگتیر کے رشتہ داروں نے سمجھ لیا کہ اب کوئی امر مانع و مزاحم نہیں ہو، رٹ کی کی شاوی اس شخص کو ساتھ کر دی۔

(۳۲۵) مسلمانوں کے ہاں چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال ان میں کھانا پینا حرام ہے، ایک مولوی صاحب نے بچاؤ کی یہ صورت نکالی کہ چاندی کے خاصہ دان میں پان رہتے وہ نکال کر پہلے تکیے پر یا گھٹنے پر رکھ کر بعد کھاتے اسی طرح زکوٰۃ کے مسئلہ میں انہوں نے خدا کو جل دیا کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی اس پر حوالہ کامل (پورا ایک سال) گزرتے نہ دیتے اپنے نام کا مال بیوی کے نام کر دیتے بیوی کا قبضہ سال بھر کا ہونے آیا، اپنے نام کر لیا۔ حضرت انان خدا سے بھی نہیں چوکتے۔

(۳۲۶) ایک بادشاہ نے ایک مرتبہ سردار یہ پہلی پوچھی کہ تبتلاؤ وہ کیا چیز ہے کہ جس کے لئے ہم کتنی بھی کوشش کریں

مگر وہ حاصل نہیں ہوئی۔ ایک درباری فوراً بول اٹھا حضور! وہ چیز میری تنخواہ ہے جو باوجود دو سال کی محنت اور کوشش کے بھی آج تک نہیں ملی۔ بادشاہ مسکرایا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی یہی بات ہے فوراً اُس کی چڑھی ہوئی تنخواہ ۱۰ لاد دی اور آئندہ ماہ بہ ماہ تنخواہ ملنے کا انتظام کر دیا۔

(۳۲۷) ایک مجلس میں ایک عالم آدمی کو ایک حافظہ برتر بیچ دی گئی اور صدر میں بیٹھایا تھا حافظہ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ مجلس سے مخاطب ہو کر پوچھا بھائیو! اگر قرآن شریف کے ساتھ اور کتابیں بھی ہوں تو سب سے اوپر کس کو رکھو گے؟ علامہ مذکور تاجر گیا، کہ اس سوال کا یہ جواب ہو گا۔ آپ نے جواب دیا یقیناً "قرآن شریف کو ترجیح ہوگی نہ کہ جلد کے پتھروں کو۔"

(۳۲۸) ایک فقیر کھڑاؤں سمیت مشغول عبادت تھا۔ ایک جوڑ جو کھڑاؤں پر تاک لگائے ہوئے تھا بولا جناب! کھڑاؤں سمیت دعا قبول نہیں ہوتی، فقیر! خیر دعا قبول ہو یا نہ ہو مگر کھڑاؤں تو نہ جائیں گی۔

(۳۲۹) نور جہاں سلیم نے جہانگیر بادشاہ سے کہا کہ آپ کے منہ میں سے بول آتی ہے بادشاہ نے یہ بات سُن کر اپنی بیباکتا پر

سے کہی کہ تم نے کبھی میری گندہ دہنی کی شکایت نہیں کی وہ سیکم
بولیں۔ مجھ نگوڑی کو کیا خبر جس نے ایک مرو کاٹنہ سونگھا ہوا اُس
کو دوسرے کے بو کی کب تمیز ہو سکتی ہو (یہ طعن تھا نور جہاں سیکم
پر جہانگیر سے اُس کا نکاح شبیر افغن خاں کی وفات کے بعد ہوا)
(۳۳۰) ایک اقیونی ایک ڈھلواں جگہ پیشاب کرنے بیٹھے
پیشاب کی دھارا اپنی طرف آتے دیکھ کر اُس کو سانپ سمجھ کر
ڈرے اور پیچھے سر کے اجوں جوں پیچھے وار ہٹتے تھے دھارا آگے
آگے آتی جاتی تھی آخر کار پاؤں کو چھو گئی تو آپ وہیں یہ کہہ
کر پڑ گئے کہ اُتو! سوزی نے دُش ہی لیا۔

(۳۳۱) ایک بیٹے نے ایک فقیر کو گالیاں دیں، فقیر نے غصے
میں آکر جوتا کھینچ مارا، بنیا فقیر کو پکڑ کر کو تو ال کے پاس لے گیا
کو تو ال نے پوچھا شاہ صاحب تم نے جوتا کیوں مارا۔ شاہ صاحب
نے کہا اس نے مجھے گالیاں دیں میں نے ایک جوتا مار دیا۔
کو تو ال نے کہا خیر تم درویش ہو اور قصور بھی خفیف ہے لہذا آٹھ آنے
پنیے کو تم تاوان دو۔ فقیر من چلا تھا ایک روپیہ نکال کو تو ال کے
ہاتھ دھرا اور ایک جوتا کو تو ال کے رسید کیا اور کہا اگر یہی انصاف ہو تو
آٹھ آنے پنیے کو دو دیجئے اور آٹھ آنے آپ خود لے لیجئے

اب میں روپیچہ بٹکانے کہاں جاؤں۔

(۳۳۲) ایک مسخرے کے ہاں شادی کے چار مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا، بی بی نے پوچھا اس کا نام کیا رکھوں۔ میاں نے کہا پتیک کیوں کہ اس نے نو مہینے کی راہ چار مہینے میں طح کی ہو۔

(۳۳۳) ایک بیٹے کے ہاں شادی کے تیسرے ہی مہینے لڑکا ہونے کی خبر پردیس میں پونجی، آپ بہت خوش ہوئے لوگوں نے پوچھا سیٹھ جی تمہاری شادی کو تین مہینے ہوئے یہ لڑکا کیسا؟ آپ فرمانے لگے تین مہینے شادی کو ہوئے اور تین مہینے ہم وطن میں رہے، اور تین مہینے یہاں آکر ہوئے حساب برابر ہو پورے نو مہینے تو ہوئے۔

(۳۳۴) ایک بادشاہ عادل اور منصف مزاج نے کسی مسخرے غلام سے پوچھا کہ تو تاش کھیلنا جانتا ہے؟ اُس نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں تو بادشاہ اور غلام میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔

(۳۳۵) میاں۔ بیلی رام دو فروش کے ہاں لڑکا ہوا ہو، اس خوشی میں اُس نے دو دن کے لئے دواؤں کی آدھی قیمت کر دی ہو بیوی۔ شاہ شاہ شاہ !

لڑکا۔ آماں کیا پچھتا اگر آج آبا بیمار ہو جاتے۔ دوا تو سستی آتی۔

(۳۳۶) زبیر۔ میرا کتا لا جواب تھا۔ بکر۔ وہ کیسے ہے۔
 زبیر۔ وہ شریف اور رذیل میں تمیز کر سکتا تھا۔ بکر۔ مگر اب کہاں ہے؟
 زبیر۔ کم نجست نے مجھے کاٹ کھایا۔ اس لئے نکال دیا۔
 (۳۳۷) ایک کتہا رستے میں پڑا رہتا تھا لوگ آتے جاتے
 کوئی ٹھوکر مارتا کوئی لکڑی ٹکا دیتا کسی نے کہا رستے میں کیوں
 پڑا ہی کتا رے ہٹ کے کیوں نہیں لپٹتا؟ کتے نے جواب دیا
 میں شریف اور رذیل کی پہچان کے لئے رستے میں پڑا ہوں
 جو شریف ہیں وہ رستہ بچا کر چلے جاتے ہیں جو رذیل ہیں وہ
 خواہ مخواہ مجھے ٹھکرا کر اپنی قابلیت کا اظہار کرتے ہیں۔
 (۳۳۸) ایک نازک مزاج لکھنوی نواب ریلوے سٹیشن پر
 سیٹ رزو کرانے گئے۔

سٹیشن ماسٹر۔ اوپر کایا نیچے کا؟ نواب۔ حضرت! دونوں میں
 کیا فرق ہے؟ سٹیشن ماسٹر۔ پچاس فی صدی! نیچا اونچے سے
 اونچا ہے کیوں کیونچے کا کرایہ اونچا ہے اگر تم کو نیچے کا درکار ہو تو تمہیں
 اونچا جانا پڑے گا۔ ہم اونچے کا کرایہ نیچے سے نیچا لیتے ہیں۔ کئی
 مسافر اونچے کو پسند نہیں کرتے گو وہ نیچے سے نیچا ہے، حالانکہ
 اونچا ہے۔ اگر اونچا لوگے تو اونچا چڑھنا اور نیچے اترنا پڑے گا۔

چچانم کو ملی سکتا ہو اگر تم اونچی قیمت دو دو خچا بیچنے سے بچا ہی
کیوں کہ کہو ایہ بچا ہو۔ اگر اونچا جانا چاہو گے تو کر ایسے لحاظ
سے بیچنے رہو گے۔ نواب صاحب گھیر کر بے ہوش ہو گئے۔

(۳۳۹) ایک غریب آدمی کی جو روح جس کے بہت سے بچے تھے ایک
دن کسی ہمسائے کے گھر جا رہی تھی، شوہر نے پوچھا کہاں جا رہی ہو۔
اُس نے کہا فلاں کے ہاں تعزیت کو جا رہی ہوں۔

شوہر۔ اچھا تو بچوں کے واسطے کچھ پکایا پکویا بھی؟
ابوی۔ گھر میں نہ آتا ہو نہ ملک، بلکہ پکانے کو ایندھن تک بھی نہیں
پکاتی کہاں سے؟ شوہر۔ تو ہمارا گھر مستحق تعزیت ہو کہ ہمسائے آئیں
اور تعزیت کریں نہ کہ ہم دوسروں کے گھر جائیں۔

(۳۴۰) ایک امیر نخیل نے بڑا دل کڑا کر کے ایک گرم خوردہ دوشالہ
بھانڈوں کو دیا وہ لے کر بہت ادب کے آداب بجالائے اور عرض کیا
اے صاحبِ رذی شان مجھ کم نخت برگشتہ بخت کے ایسے نصیب کہاں
تھے جو آدم علیہ السلام کے زمانے کی یہ نادر یادگار دوشالہ صدیا
پشت کی امانت کا قبالہ غلام کو مرحمت فرمایا۔

و آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو
یہ طعن سن کر امیر بہت نخل ہوئے یہی لطیف دوسری طرح بھی گوش زد

ہوا اور کہہ جا بچا سے کرم خوردہ ہونے سے سر محفل بھانڈے دوسرے
 بھانڈے سے کہا پڑھ بے پڑھ اس میں کیا لکھا ہے؟ اُس نے کہا
 ”لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ“ پہلے بھانڈے کہا آدھا تو نے صحیح
 پڑھا آدھا غلط۔ صرف لا الہ الا اللہ لکھا ہے محمد الرسول اُس زمانے
 میں کب آئے تھے۔

(۳۴۲) ایک امیر کا ملازم نہایت خوش مزاج اور ظریف تھا، بلا
 مذاق اور ٹھٹھول کے وہ کوئی کام ہی نہ کرتا تھا ایک دن آقا صاحب
 کچہری سے تشریف لے آئے نوکر سے کہا ”میاں! ذرا جا کر دیکھو
 پالکی میں ایک کاغذ رہ گیا ہے وہ لے آنا“ کاغذ چھت میں اُس
 آئے تھے۔ نوکر نے ادھر ادھر پالکی میں دیکھا کاغذ ملا نہیں آ کر یہی
 جواب دے دیا کہ حضور پالکی میں تو کوئی کاغذ داغذ نہیں ہے۔ آقا
 نے جھنجھلا کر کہا ”اے اُٹو! جا کر اچھی طرح دیکھ وہیں ہوگا“ نوکر
 پھر آیا چھت پر جو نظر کی کاغذ وہاں تھا لے آیا اور کہا ”حضور! یہی
 کاغذ تھا مگر اُٹو وغیرہ وہاں پر کچھ نہیں، شاید کسی وقت بیٹھا ہوگا
 امیر نوکر کا یہ جواب سن کر سن ہو گئے۔

(۳۴۳) آورنگ آباد دکن کے قیام کے زمانے میں خاک اُڑ
 رمضان میں ایک جنگل میں مسلمان افسر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا

وہ اِزام کرتی پر دراز حقہ کوس فرما رہے تھے۔ اخلاقاً انہوں نے مہربانی طرف بھی بیچوان بڑھا دیا۔ میں نے جھک کر سلام کیا اور عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں! میں روزے سے ہوں! انہوں نے تجھیر کے ہجے میں فرمایا تعجب۔ میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔ مجھ پر یا آپ پر؟ یہ جواب سُن کر وہ کھسیانے سے ہو گئے۔

(۳۴۴) ایک بڑے توند والے امیر اپنے خدمت گار سے پاؤں دلوارہے تھے۔ خدمت گار کو خیال آیا کہ سرکار کا پیٹ اتنا بڑا ہی خدا جانے اس میں کیا کیا دولت بھری ہو۔ آخر کار پوچھ بیٹھا کہ حضور آپ کے پیٹ میں کیا کیا ہو۔ امیر ہنس کر بولے اس میں گندگی کے سوائے اور کما دھرا ہو۔ خدمت گار۔ اس میں صرف آپ ہی کی گندگی ہو یا سارے قصبے کی؟

(۳۴۵) ایک ملا جب اپنے لوگوں سے آزرہ ہوتا تو کہتا تھا کہ میں کسی ملک میں چلا جاؤں گا۔ آخر ایک روز ہاست رنجیدہ کبیدہ خاطر ہو کر بولا لو اب میں جاتا ہوں اُس کے گھر کے قریب ایک مسجد تھی وہاں جا کر بیٹھ رہا۔ ایک شخص نے ملا صاحب سے دریافت کیا ملا صاحب آپ تو اس شہر کو ترک کرنے والے تھے۔ ملا صاحب نے جواب دیا کہ ملا کی دوڑ مسیت تک کیا یہ مثل آپ نے نہیں سنی؟

(۳۴۶) ایک آدمی نے دو تین شخصوں کو دعوت دی۔ اور انکی قدر کھانے کا انتظام کیا لیکن کھانے کے وقت بجائے تین کے دس آ گئے۔ میزبان بے چارہ اپنے گھر والوں سمیت رات بھر بھوکا رہا صبح کو اُس کے لڑکے نے کہا کہ باوا جان یہ مثل ہم پر صادق آئی۔ ۵

تین بلائے تیرہ آنے دیکھو یہاں کی پیت
باہر ولے کھا گئے اور گھر کے گا دیں گیت

(۳۴۷) ایک مغل زادہ ہندوستان میں آکر بڑا دولت مند ہو گیا ایک روز اُن کے ہاں ناچ ہو رہا تھا رنڈیاں یہ گارہی تھیں ٹیلی چمیل دلہن کسی نے پوچھا کہ آغا صاحب آپ جانتے ہیں کہ یہ رنڈیاں کیا گارہی ہیں؟ آغا صاحب نے فرمایا بے من خوب فی الم ہم پانچ چھ برس سے ہندوستان میں ہو وہ گاتی ہیں شش گریہ رنگیں اس پر تمام اہل محفل نے ایک زور کا ہتھبہ مارا۔

(۳۴۸) لارڈ کرزن اور لارڈ کچنر (ایک ایسے دوسرے کمانڈران چیف سپہ سالار) دونوں بڑے بڑے مہرے کی کسی اہم معاملے میں آپس میں چل گئی اور چلی بھی تو بے طور مگر آخر کار میدان لارڈ کچنر ہی کے ہاتھ رہا۔ کسی ہندی نے کیا خوب

لطیفہ کہا۔ یہ تو بندھی بات تھی کہ زن زن تھا اور کچھ پھر تھا تو تر
 واپس حال علیحدہ درجہ (اور مردوں کو عورتوں پر دلہر حال میں) برتری ہو۔

(۳۴۹) ایک مفلس کو خواب میں بیل ہاتھ آگیا اُسے لے کر گھر
 جا رہا تھا کہ راستے میں کسی نے دریافت کیا کہ کیوں سیایاں کیا
 بیل بیچو گے؟ کہاں ہاں، پوچھا کیا قیمت لوگے کہا چالیس
 روپیے خریدار نے کہا کہ دس میں بیچو گے؟ اس ارزانی پر مفلس
 نے طیش کھا کر کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے پر
 نہ بیل ہی نہ روپیہ ہی ہی بڑا افسوس کیا اور جھٹ آنکھیں بند کر لیں
 اور ہاتھ پھیلا کر بولے کہ اچھا لاؤ دس ہی دے دو۔

(۳۵۰) ایک شریف نے کسی ظریف سے نام پوچھا ظریف نے
 کہا کہ میرا نام حرمزادہ ہے شریف نے کہا کہ نام تو اچھا ہے ظریف
 نے جواب دیا کہ اگر جناب کو یہ نام پسند ہے تو بے بیجی غلام رکھ لے گا۔

(۳۵۱) ایک امیر کا کسی غریب مصور کے ذمہ کر آیا مکان واجب
 تھا جس کو مصور بوجہ مفلسی ادا نہ کر سکا امیر نے وصول کر ایہ کی ایک
 یہ تدبیر نکالی کہ غریب مصور سے کہا کہ ہمارے پھانک پر ایک
 گھوڑے کی خوشنما تصویر کھینچ دو۔ تو تمہیں کر ایہ معاف کر دیا جائے گا
 مصور نے کہا کہ حضور گھوڑے کی گردن میں ایک زنجیر کھینچ جانا

مناسب ہوگا اور اس کے عوض میں آپ کو شوقی سی اجرت دی جائے گی۔ امیر نے منظور نہ کیا اور مصور تصویر بنانا چلتا ہوا جب برسات کا موسم آیا تو یہ تصویر باکل دھل گئی۔ عرصہ دراز کے بعد اس رئیس کی اور مصور کی ملاقات ہوئی امیر نے مصور سے دریافت کیا کہ بھائی وہ گھوڑا جو تم بنا آئے تھے خدا جانے کیا ہوا۔ مصور نے جواب دیا حضور کہیں بھاگ گیا ہوگا کیوں کہ حضور نے تجھ سے باندھا تو بھاگ ہی نہیں۔

(۲۵۲) ایک صاحب حقے کے پڑے شیشے تھے فرمانے لگے کہ بھئی جنت میں تو بڑی چٹاوش ہوگی، سارے عباد و زہاد سیدھے جنت میں جائیں گے ہم جیسوں کو وہاں کیا جگہ ملے گی علامہ انیسویں بڑی دقت یہ پیش آیا کہ جنت میں آگ کہاں ہے پھر حقہ کیسے ملے گا لہذا ہتھکڑی کہ بلا سخی و سفارش دوزخ ہی میں کیوں نہ جائیں کہ جگہ بھی بہت اور آگ ہر دم موجود۔ حقے کا مزاج پوچھو تو بھائی دوزخ میں ہی ہو۔

(۲۵۳) ایک طبیب نے کسی ناخواندہ مریض سے پوچھا کہ کہو آج تمہاری طبیعت کیسی رہی کھانا تم نے اشتہا کے ساتھ کھایا یا اس سے کہا جی نہیں چٹنی کے ساتھ کھایا تھا۔

(۳۵۴) ایک پہاڑی مریض کسی طبیب کے پاس گیا اور اپنا حال
 کہا طبیب نے کہا کہ ایک شیشی میں قارورہ لاؤ جب نسخہ ملے گا وہ
 بے جا رہ تمام عطاروں کی دکانوں پر قارورہ پوچھتا پھر لوگوں
 نے پاگل سمجھ کر دھتکار دیا۔ ایک مسخرے دکان دار نے کہا کہ
 قارورہ تو ہر مگر پانچ روپیہ دام لگیں گے۔ دیہاتی نے روپیے
 اور شیشی دے دی۔ اُس نے اپنا قارورہ بھر شیشی حوالے کی
 یہ طبیب صاحب کے پاس لے کر پوچھے اُہوں نے دیکھ کر
 کہا کہ قارورہ تو اچھا ہی کوئی مرض تو معلوم نہیں ہوتا۔ دیہاتی
 جھلا کے بولا کہ پانچ روپیے میں وہ بھی بہ مشکل قارورہ ملا ہو
 گیا اب بھی اچھا نہ ہوگا۔

(۳۵۵) ایک دیہاتی حکیم کے پاس گیا اُنہوں نے پانچ دانے
 آلو بخارے کے بتا دیئے۔ گنوار بخارا تو بھول گیا صرف آلو
 یاد رہا اور آلو اُبال کر کھا گیا۔ دوسرے دن اگر حکیم صاحب
 سے کہا کہ جی میں نے پانچ دانے آلو کے کھائے اب مجھے آرام ہے۔
 (۳۵۶) ایک لڑکا بہت بڑا شہریر تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے یہ تجویز کی۔
 کہ اس کے گھر اس کی شرارت لکھ کر ہر روز بھیجی جائے تاکہ اُس
 کا باپ بھی اُس کی شرارتوں سے خبردار ہو جائے ایک ن ہیڈ ماسٹر

نے چال چلن کے رجسٹر میں یہ لکھ کر اس کے باپ کے پاس بھیجا کہ
دن بھر کو اس کرتا ہی باپ نے جو یہ پڑھا تو مدرسے کی کتاب پس
کرتے ہوئے سرخ روشنائی سے یہ الفاظ اور بڑھا دیئے کہ
”کبھی اس کی ماں کی یک بک بھی تو آکر سنو“

(۳۵۷) تین شخص جن میں سے ایک یہودی ایک عیسائی اور ایک
مسلمان تھا سفر کو روانہ ہوئے۔ شام کو ایک شہر میں مقیم ہوئے
ایک شخص نے عمدہ کھانا پکوا کر تینوں مسافروں کو بھیجا ان میں سے
ایک نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم تینوں اپنا کھانا کوٹھری میں بند کر کے
رکھ دیں اور سو رہیں رات کو جو سب سے عمدہ خواب دیکھے وہی
سب کھانا کھا جائے۔ سب نے یہ منظور کیا اور سو رہے مسلمان نے
جب دیکھا کہ اس کے ہمراہی سو گئے اٹھا اور سب کا کھانا چٹ
کر گیا صبح کے وقت جب سب بیدار ہوئے تو پہلے یہودی نے
اپنا خواب سنانا شروع کیا اس نے کہا کہ رات کو میں نے بڑا
مبارک خواب دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ کوہ طور پر پہنچ گیا ہوں
اور حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار
مجھے نصیب ہوا ہے عیسائی نے کہا کہ میرا تو خواب اس سے بھی
مبارک ہے اور وہ یوں کہنے لگا کہ رات کو خواب میں چرخ چارم

پہر پوہنچ گیا ہوں اور حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا دیدار مجھے بھی نصیب ہوا، مسلمان بولے۔ یارو میں نے تو بہت ہی خواب بد دیکھا ہے، وہ یہ کہ رات کو عالم خواب میں دو فرشتے آسمان سے اترے اور انہوں نے میرا گلہ زور سے دیا کہ میں قریب مرگ ہو گیا، اُن سے وجہ اس جبروت شدگی دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ یا تو کھانا کھا۔ ورنہ ہم تیری جان ہی قبض کریں گے۔ بھائیو! بخوفِ ہلاکت جان میں اٹھا اور کھانا جو کوٹھری میں رکھا تھا کھا یا تب ملک الموت کے پنجے سے چھٹکارا ملا۔ اس پر دونوں صاحب بولے کہ تم نے ہمیں کیوں آواز دی۔ وہ بولا کہ میں نے بہت آوازیں دیں لیکن آپ تو کوہِ طویج اور دوسرے چرخ چہارم پر تھے۔

(۳۵۸) باپ بہت خفا تھا کہ اُس کی سونے کی گھڑی قیمتی غلط وقت دے رہی تھی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا معاملہ ہے، اُس نے شکایت کی کیا اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہے؟ نہیں۔ آیا جان۔ چھوٹے چار سالہ سلیم نے کہا کہ اس کو صفا کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ چھوٹی بہن اور میں اس کو حمام میں لے گئے تھے اور کل ہی اس کو وہاں اور صاف کیا تھا۔

(۳۵۹) ایک سادہ لوح ایک پُرانی ٹوٹے دار بندوق نے
 کرشمہ کار کو مکمل ایک فاختہ آن کی نظر پڑی، فوراً بندوق سر کی
 بندوق نے ابا جھٹکا دیا کہ خود چاروں شانے چت ہو گئے اور
 فاختہ اڑ گئی یہ سنبھل کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ خیر ہوئی کہ
 فاختہ بندوق کے سامنے تھی اگر پیچھے ہوتی تو میری طرح وہ بھی گرتی۔
 (۳۶۰) ایک شخص کو شادی کرنے کے بعد ہی اتفاق سے سفر
 درپیش ہوا اور پانچ سال کے بعد واپسی کا اتفاق ہوا۔ جب
 واپس آئے تو دیکھا کہ گھر میں تین لڑکے کھیل رہے ہیں دریافت
 کیا کہ یہ لڑکے کس کے ہیں بیوی نے جواب دیا کہ آپ ہی تھے ہیں
 اب تو میاں صاحب چکرائے اور کہنے لگے کہ میں تو شادی کے
 بعد ہی سفر کو چلا گیا لڑکے کہاں سے ہو گئے۔ بیوی نے کہا کہ آئیے
 کبھی مجھ کو خواب میں بھی دیکھا تھا، میاں نے فرمایا کہ ہاں ایک
 مرتبہ، بیوی نے جواب دیا کہ بس بڑا لڑکا اُس کا نتیجہ ہو اور ایک
 دفعہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا یہ نچلا لڑکا اُس کا نتیجہ
 ہو۔ میاں نے دریافت کیا کہ اچھا دو لڑکے تو خواب کا نتیجہ ہیں اور یہ
 تیسرا لڑکا کہاں سے آیا۔ بیوی نے جواب دیا کہ بس اس کو نہ پوچھیے
 یہ حسد کی دین ہو میاں جی تھے عقل کے دشمن دل میں

کہنے لگے کہ تین لڑکے بے محنت ہاتھ لگے، الہی تمیز اشکرا۔

(۳۶۱) بوجھ بوجھ کر لڑکے پاس چند آدمی ایک کچھوالا لائے، اور مستفسر حال ہوئے کہ حضرت (حضرت) یہ کیا ہو؟ بوجھ بوجھ کر پہلے تو بہت روئے اور پھر بہت ہنسنے جب لوگوں نے اس روئے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ بھی میں رو دیا تو یوں کہ جب ہم مرجائیں گے تو تم کو کون یہ نئی باتیں بتایا کرے گا۔ اور انہی اس لئے آئی کہ اس کو ہم بھی نہیں جانتے۔

(۳۶۲) انس پکڑا اخبار پڑھنے کا کیا فائدہ؟ طالب علم گھر میں دی خوب جمع ہو جاتی ہو۔ انس پکڑا نہایت معقول (اور دوسرے لڑکے سے) سگریٹ پینے کا کیا نقصان ہو؟ دوسرا طالب علم دیا سلاٹیاں بہت خرچ ہوتی ہیں۔

(۳۶۳) ایک چلا ہوا بلب سڑک جا رہا تھا کسی کا آئینہ راہ پر پڑا ہوا دیکھ کر اٹھانے کو دوڑا۔ جب اس کے نزدیک ہوا، تو اپنا عکس دیکھ کر ڈرا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ بھور (حضور) کا ہوا تو میں نہیں اٹھاتا۔ ماچھ پھر مائیے۔

(۳۶۴) ایک شخص نے اپنے احمق بھائی کو اپنی سسرال بھیجا اور کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو رخصت کرالو۔ لیکن چوں کہ تم سادہ لوح

ہو اور بول چال کا سلیقہ بھی کم ہو اس لیے گفتگو میں جہاں تک ممکن ہو
 انحصار سے کام لینا اور سوانے ہاں یا نہ کے اور کچھ نہ کہنا۔ احق
 رخصت ہوا، احق تو تھا ہی اُس پر راہ کی تکان اور سفر کی تکلیف
 نے اور در ماندہ کر دیا جس وقت حضرت سسرال پوہنے بلکن پریشانی
 حال مضحل و نڈھال ان کے بھائی کے خسر نے ان سے استفسار
 حال کیا۔ حضرت کو وہ نصیحت اچھی طرح یاد تھی کہ یا تو چپ رہنا یا
 ہاں یا نہ جواب میں کہنا خسر نے ان کی یہ حالت دیکھ کر دریافت
 کیا کیوں صاحبزادے خیریت تو ہو کہا ہیں پوچھا صاف صاف
 کہو آخر معاملہ کیا ہو اس پریشانی اور سر آشگی کی آخر کوئی توجہ ہو
 کیا نصیب اعدا تمہارے بھائی کچھ علیل ہیں کہا ہاں پوچھا کچھ
 علاج معالجہ بھی ہو رہا ہو کہا نہیں پوچھا خدا نخواستہ کوئی مہلک
 مرض تو نہیں ہو کہا ہاں خسر کو سخت حیرت تھی کہ مرض بھی مہلک
 بتاتے ہیں اور علاج بھی نہیں بتاتے خسر صاحب نے جھٹاکر کہا کہ پھر
 صاف ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ گزر گئے کہا ہاں اتنا سننا
 تھا کہ دونا پیٹنا پڑ گیا کہرم چ گیا اندر یا ہر جسے دیکھو مصروفِ ماتم ہو جاتے
 وقت حضرت نے فرمایا کہ خیر اب ماتم تو ہوتا ہی رہے گا مگر یہ بھائی
 صاحب کی قبیلہ کو تو رخصت کر دیجئے کہا اب رخصت کر کے کیا

کریں وہ تو رائنڈ ہو چکیں اب یہ گھر اور وہ گھر دونوں یکساں ہیں خیر
 ناچار حضرت آپس مکان آئے۔ مکان والیں آئے پر بھائی جی
 نے دریافت کیا کہ کیا والیں ہی آئے یا بھائی کو بھی رخصت کرنا کہ
 لائے؟ حضرت فرماتے کیا کہ رخصت کیسی وہ تو رائنڈ ہوئی بیٹھی ہیں
 اور آپ کو رخصت کی بڑی ہوتی ہے۔ بھائی نے کہا کہ تم کیسے نادان ہو؟
 جب تک میں رائنڈ ہوں لن کا رائنڈ ہونا چھ معنی وارد۔ آپ نے
 جو اچھا کہہ دیا وہ چھ خوش ہو گئی اماں رائنڈ ہوئیں آپ بیٹھے رہے
 اور پھر پنی اماں رائنڈ ہوئیں آپ بیٹھے رہے۔ اماں جان رائنڈ
 ہوئیں آپ بیٹھے رہے۔ آپ کے بیٹھے رہنے سے کیا ہوتا ہے کیا
 آپ بیٹھے رہیں گے تو جب تک کوئی رائنڈ نہیں ہوگا۔ واہ واہ
 واہ۔ بس آپ بیٹھے رہیئے وہ تو رائنڈ ہو چکیں۔ انا لہ وانا الیہ راجعون
 (۳۶۵) ایک ہفتا گھر سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک شخص نہایت
 خوش آواز ظریف ہر وہ یہ تھا اس کا گانا سننے اور نفل دیکھنے کے
 لئے ہزاروں لوگ اس کی محفل میں جمع ہوتے تھے ایک دن
 بے قراری کے ساتھ رونا اور سر پٹیتا ہوا اپنے مکرم زمیندار
 کے پاس آیا عرض کیا حضرت کجنت کی ماں مر گئی ہے۔ چوں کہ
 زمیندار اس پر نہایت مہربان تھا۔ پچاس سو روپیہ دے دیتے

چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی ماں زندہ ہو اُس کو بلا کر کہا
کیوں رہے تیری ماں کہوں کہ زندہ ہو گئی اُس نے دست بستہ
عرض کیا کہ حضور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ کبخت کی ماں مر گئی ہے
میری ماں تو زندہ ہے۔

(۳۶۶) ایک صاحب کھانا کھا رہے تھے اس اثنا میں ایک
میراثی اُن بچے پاس آگیا آپ نے اُس کو کھانا کھانے کی نسبت
ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اُس کو ایک رکابی جس میں دال تھی مرحمت
ہوئی۔ اور خود مرغ کے گوشت کی رکابی لے کر کھانے لگے میراثی
لے سخت پیچ و ناب کھایا مگر کیا کر سکتا تھا آخر اُس نے کہا سبحان تیری
قدرت، امیر نے اُس سے کہا کہ اے میراثی کیا بات ہو کہنے لگا کہ
جناب یہ مرغ جب زندہ تھا اُس وقت کبھی اس دیوار سے کبھی
اُس دیوار پر پہنچ جاتا تھا جدھر اُس کا دل چاہتا تھا اُدھر پہنچتا
ہوا بھرتا تھا اب میں حیران ہوں کہ آج اس میں اتنی طاقت نہیں
کہ آپ کی رکابی میں سے پھدک کر میری رکابی میں آجائے۔ اس پر
امیر بہت خوش ہوا اور کچھ مرغ اُس کو بھی دے دیا۔

(۳۶۷) ایک صاحب گھوڑے کی پیٹھ پر بغیر زین ہی لد گئے ایک
بے تکلف دوست کی فہمی گئے ہی گھوڑے نے فرار لے بھرنے شروع

کر دیئے۔ میاں شہسوار صاحب کی شہسوارمی لیشیت کی جانب
کھسکتے کھسکتے دُم کے قریب پونہچ کر زمین پر آپڑے۔ مگر تھے
غیرت دار۔ جھٹ زمین سے اٹھ کر چوڑ جھاڑتے ہوئے فرمانے
لگے کہ ٹھنڈت کیا کیا جانے گھوڑا ہی ختم ہو گیا ورنہ اسے جاباب تو
ابھی ہفتوں ڈٹے رہتے۔

(۳۶۸) نادر شاہ نے جب دہلی میں ہزاروں آدمیوں کو قتل
کر ڈالا اور خلقِ خدا تباہ ہوئی کسی نے یہ مضمون اُس کے پلنگ پر
لکھ کر رکھ دیا کہ اگر تو خدا ہی تو بندے کو خدا کی ضرورت ہی اور خدا
کو بندے کی اور اگر تو بنی ہی تو بنی کو اُمت درکار ہی اگر بادشاہ
ہی تو بادشاہ کو رعیت رکھنا لا بد ہی۔ پس تو کیوں خلقِ خدا کو قتل
کرتا ہی، بادشاہ نے اُس پر لکھ دیا کہ نہ میں خدا ہوں اور نہ بنی
اور نہ بادشاہ ہوں بلکہ غضبِ الہی ہوں جو تم پر نارل ہوا ہوں۔

(۳۶۹) ایک ظریف کسی باغ میں گیا اور انگور وغیرہ دیکھ کر توڑ
توڑ کر ایک ٹوکری میں بھرنے لگا اتفاقاً باغبان آگیا اور کہا کہ تو
یہاں باغ میں کیوں آیا ظریف بولا میں ارادۂ نہیں آیا بلکہ آندھی
آئی اور اُس نے مجھے یہاں لا ڈالا۔ باغبان نے کہا کہ اچھا یونہی ہی
مگر انگور کیوں توڑے وہ بولا میں نے تو نہیں توڑے مگر اندھی

سے آٹ کر درختوں سے ٹکرا کر جو میں گرا تو شاید کچھ نگوں ٹوٹ گئے ہوں، رہا غبان بولا کہ اچھا یہ سب کچھ مجھے نہیں مگر تو کیسے میں کیسے آئے۔ ظریف بولا۔ یہی تو مجھے بھی حیرت ہو۔ اسے قدرت الہی سمجھئے۔

(۳۷۰) جب معز الدین بادشاہ تخت دہلی پر جلوس فرما پئے تو ایک بازاری عورت مسے لال کنور کو متاڑ محل کا خطاب دے کر محلات میں داخل کر لیا اور اس کے بھائی بندوں یا رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے یعنی صوبہ داریاں اور گورنریاں عنایت کیں اور وزیر کو حکم ہوا کہ ان کو سندیں لکھ کر دے دو وزیر صاحب تدبیر نے سندیں لکھنے میں بہت توقف کیا لال کنور عشاڑ محل کو خبر پونہچی، تو اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے وزیر سے باعث توقف دریافت کیا۔ وزیر نے عرض کیا اس خانہ زاد کو جب تک نذرانہ نہ ملیگا سندیں نہیں لکھی جائیں گی۔ بادشاہ نے وزیر سے ہنس کر دریافت کیا کہ لال کنور اور اس کے بھائی بندوں سے کیا لوگے وزیر نے کہا کہ ایک ہزار طنبورہ اور ایک ہزار طبلہ، بادشاہ نے کہا کہ ان کو لے کر کیا کرے۔ وزیر نے عرض کیا کہ جب ڈوم اور کلاوت ہماری جگہ لیں گے

تو کیا ہم بے کار بیٹھیں گے۔ اس پر بادشاہ ہنس پڑے اور حکم منسوخ کر دیا۔

(۳۷۱) آغا کلب علی خاں جو بڑے بچے شیعہ تھے۔ پشاور کے کسی ضلع میں سب سے بڑے ایک دفعہ کسی فوجداری کے مقدمہ میں ایک شخص محمد یوسف نامی جو سنی تھا کسی مشبہ میں گرفتار ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوا۔ جج صاحب نے بلا کسی ثبوت کے محمد یوسف کو تین سال کی قید کا حکم سناد دیا۔ محمد یوسف نے عرض کیا کہ جناب جیل جانے سے بیشتر میں ایک رباعی حضور کو سنانا چاہتا ہوں۔ حکم ملا کہ اچھا سنادو۔ محمد یوسف نے برسرِ اجلاس یہ رباعی سنادی۔

یوسف مہتری ازاں روزے کہہ دو لطف مخونی را بایں یوسف سپرد
ہر دو یوسف را عجیب کار اوقاد (رباعی) اس بچے را گر گم ایں را کلب خورد

(۳۷۲) ایک شیعہ صاحب کا نام کلب علی تھا۔ ایک سنی صاحب پوچھے اُن سے اُنہوں نے پوچھا آپ کا اسم مبارک؟ کہا خاک را کو ترس رسول کہتے ہیں۔ (ترس خاص کر کتے کو بڑی رعبت سے کھاتا ہے)

(۳۷۳) ایک بھانڈا نہایت آفت کا پر کالا اور حاضر جواب تھا جس کا نام گلاب تھا لیکن شکل و شباہت میں سیاہ بھونڑا تھا۔ گویا اُسے لٹوے کی شکل تھا۔ ایک امیر کے پاس سلام کر کے

بیٹھ گیا۔ امیر نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا۔ گلاب۔
 امیر۔ گلاب سے خوشو آتی ہے لیکن تم اس سے مستثنیٰ کیوں ہو؟
 گلاب نے کہا کہ حضور جن کو قدرت نے ناکشتی ہے اُن کو خوشبو محسوس
 ہوتی ہے اور جن کے ناک نہیں وہ کیا کریں بے بس ہیں۔

(۳۷۴) ابک صاحب نے ایک لوکر رکھا، لوکر نے کہا کہ میرے متعلقہ
 خدمات کی ایک فہرست لکھ دیجیئے تاکہ مجھ کو کام معلوم رہے امیر نے
 چند معمولی کام لکھ کر اُس کو دے دیئے جس کو وہ ہر وقت اپنے
 پاس رکھتا تھا اتفاقاً امیر کہیں سفر میں گیا اور راہ میں گھوڑے
 سے گرا اور پاؤں رکاب میں الجھا رہا اور نوکر کو پکارا کہ جلد رکاب
 سے پاؤں نکال دے اُس نے کہا خداوند اذرا تو وقت کیجیئے میں
 پہلے فہرست دیکھ لوں اگر میرے کام میں یہ بھی لکھا ہے تو میں
 نکال دوں گا ورنہ آپ خلافت قرار داد کیوں جدید کام کا حکم
 کر دیتے ہیں آپ جانیں اور گھوڑا جانے۔

(۳۷۵) کسی امیر کی ایک غریب سے شناسائی تھی "امیر خود"
 اپنے غریب شناسا کا ہمان ہوا۔ میزبان نے ماحضر کو جو چاہئے
 ہمان کے سامنے پیش کی۔ امیر ہمان نے غصے کے لبہ لہجے میں تیوری
 بدل کر میزبان سے کہا کہ جو گھوڑوں کی غذا ہے۔ میزبان۔ نہایت

عاجزانہ لہجے سے حضورؐ کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھاتے تھے۔ مہمان نہ تو میں پیغمبر ہوں نہ گھوڑا ہوں پھر جوگی موٹی کیسے کھاؤں، بس معاف فرمائیے۔

(۳۷۶) ایک برات میں چند شائقین بیٹھے تھے اور ایک دھڑیل عمر کی طوائف رقص و سرود میں مصروف تھی۔ عاشق مزاج نوجوان طوائف کو بلیں دینے میں مشغول تھے۔ ایک شریف اور عمر رسیدہ آدمی بھی شریک محفل تھے، انہوں نے بمصدق قہر درویش بہ جان درویش۔ بیل دی ہنوز کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک نوجوان شوخ طبع نے مکرر بیل کا سلسلہ جاری کیا اور اس شریف آدمی کی باری آئی تو اس نے نہایت مناسبت سے طوائف سے کہا بی صاحب! جوان تھا تو کئی بار جرات کرتا تھا۔ اب عمر رسیدہ ہو کر ایک مرتبہ بھی بصد شکل برداشت کرتا ہوں طوائف برجستہ جواب سن کر ہنس پڑی اور نادام ہوئی اور تمام حاضرین میں ایک قہقہہ بلند ہوا۔ (۳۷۷) ایک امیر حجامت بنوا رہے تھے کسی ظریف نے کہا کہ آج تو حجام نے خوب مونڈا۔ امیر کہنے لگا کہ دروازے پر کون گدھا کھڑا ہے؟ ظریف بولا کہ سر تو منڈوا لیجئے گدھا بھی حاضر ہے۔

(۳۷۸) میاں بیوی سے کہاں جاتی ہو اور ہر آؤ۔

بیوی۔ کیوں؟ مجھے کام ہو۔ ابھی واپس آتی ہوں۔

میاں۔ نہیں پہلے یہاں آؤ اور مجھے دودھ پلا جاؤ۔

(۳۷۹) ایک شخص خط لکھ رہا تھا ایک غیر شخص اُس کے پاس

آکر بیٹھ گیا اور خط پڑھنے لگا اُس نے خط میں لکھ دیا کہ ایک

غیر شخص میرا خط پڑھ رہا ہے اس سے میں رازِ دل نہیں لکھ سکتا

وہ بولا جناب میں آپ کا خط نہیں پڑھ رہا ہوں آپ مرنے

سے رازِ دل لکھیے اُس نے کہا کہ اگر خط نہیں پڑھا تھا تو میرا

حال کیوں کر جانتا۔

(۳۸۰) ایک صاحب کچھ لکھ رہے تھے، اُن کے پاس ایک

دوست بیٹھ ہوئے تھے کہنے لگے ”بھئی خط لکھ رہے ہو تو میرا

بھی سلام لکھ دو“ اُنہوں نے کہا ”جی خط نہیں، تمسک لکھ رہا

ہوں؟ تو آپ کہتے ہیں ”اچھا تو میری گواہی ٹال دو“

(۳۸۱) ایک آدمی گوبر سے گھڑا بھر داکر اور اُس کے اوپر

مرتبہ رکھ کر قاضی کے پاس لے گیا اور اپنا مطلب بیان کیا

قاضی نے اُس کے مدعا کے موافق پر دانہ کر دیا جب قاضی کھانا

کھانے لگے اور گھڑے کا مرتبہ منگایا تو گوبر نکلا۔ قاضی بہت متعجب

ہو ایک دن وہی آدمی ان کو راہ میں ملا قاضی نے اُس سے فرمایا کہ پروانہ میں کچھ غلطی رہ گئی ہے اگرے آؤ تو درست کر دیں اُس نے کہا کہ پروانہ میں تو کچھ بھول نہیں مگر گھرے میں کچھ بھول ہو گئی ہے۔

(۳۸۲) ایک شہور اور متمول شخص کے صاحبزادے انٹرنس پاس کرنے کے بعد تحصیلدار مقرر ہو گئے چوں کہ ان کے والد صاحب بھی ایک مخزن آدمی تھے۔ لوگ تحصیلدار صاحب کے سلام کو آئے دیہاتی لوگ ہمیشہ فارسی عربی کے سننے سنانے الفاظ و جملے گفتگو میں شہری لوگوں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تاکہ اُن پر کوئی مضحکہ نہ اُڑائے۔ اور گنوار نہ سمجھے۔

پہلا شخص۔ حضور کو اللہ اس جگہ پر مستقل کرے۔

دوسرا۔ حضور کی لیاقت کو ہر ایک بخوبی جانتا ہے۔

تیسرا۔ حضور اپنے ہم عصروں میں بے مثل ہیں۔

چوتھا۔ (ساتھیوں سے مخاطب ہو کر) پھر کیوں نہ ہوں کیا تم ان کے باپ سے واقف نہیں۔

آخرش گرگ زادہ گرگ شود ❖ گرچہ با آدمی بزرگ شود

وہ بھی تو نہایت ذی علم۔ اور عقل مند خطاب یافتہ تھے چوتھے شخص نے یہ شعر فخر سے پڑھا۔ اور خیال کیا کہ اُس نے تعریف میں کوئی

کسر نہیں اٹھا رکھی۔ لیکن تحصیلدار صاحب نہایت خفیف ہوئے اور شرمندگی سے سر نہ اٹھایا۔

(۳۸۳) ایک صاحب گرٹھا کھود رہے تھے۔ اور مٹی جو اُس میں سے نکلی تھی اُسے دور ایک فاصلے پر جا کر پھینک آتے تھے یہ حال دیکھ کر ایک اور صاحب عقل کے دشمن بولے کہ بھئی اگر اُس کے برابر ہی ایک اور گرٹھا کھود لیا جائے تو آپ کو اتنی دور مٹی پھینکنے نہ جانا پڑے یہ سن کر پہلا شخص ہنسا اور کہا کہ بے وقوف اُس دوسرے گرٹھے کی مٹی کیا فرشتے اٹھا کر لے جائیں گے مگر وہ دوسرا شخص بھی جو کئے والا نہ تھا فوراً بول اٹھا کہ فرشتے کیوں لے جاتے اُس کی مٹی اس گرٹھے میں ڈال دیجو۔

(۳۸۴) ایک فوج کا ذکر ہے کہ ایک کجوس کی سو روپیئے کی تھیلی کھوئی گئی۔ اور اُس نے اس کے پانے والے کے لئے دس روپیئے انعام مقرر کیا اتفاق سے ایک غریب اور نیک آدمی کو وہ تھیلی مل گئی اور وہ اسے بغیر کہوے یا اُس کی مہر توڑے اس بنجیل کے پاس لے آیا مگر اس کجوس کی نیت اینے موعودہ انعام کے دینے کی نہیں رہی۔ لہذا اس نے کہا کہ اس تھیلی میں ایک سو دس روپیئے تھے اور اس میں سے تم نے پہلے ہی اپنا انعام نکال

لیا کیوں کہ اب اس میں صرف سو روپیئے رہ گئے ہیں بھیلی پانے والے کے دوست نے یہ صلاح دی کہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس لے جاؤ چنانچہ مقدمہ پیش ہونے پر یہ ثابت ہوا کہ بھیلی کو تو بالکل کھولا ہی نہیں گیا۔ لہذا قاضی صاحب نے شہادتیں سننے کے بعد کہا کہ بھیلی تمہاری کھوئی گئی ہو اُس میں ایک سو دس روپیئے تھے اور اس میں صرف ایک سو روپیئے ہیں اور اُس کی مہر بھی نہیں ٹوٹی اس لئے یہ بھیلی تمہاری نہیں ہو سکتی میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ یہ بھیلی اُس وقت تک روپیئے پانے والے کے پاس رہے جب تک کہ اس کا اصل مالک نہ ملے۔

(۳۸۵) دل چسپ ہو کا۔ ایک ڈاکٹر صاحب پرائیوٹ پریکٹس کیا کرتے تھے سردی کا موسم اور رات کا وقت بارش خوب زور سے ہو رہی تھی کہ نوکر دروازہ کھول کر گھیر آیا ہوا اندر آیا اور کہنے لگا کہ حضور ایک شخص آیا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے گائوں میں فلاں لکھہ تپی شخص کو اچانک ہیضہ ہو گیا ہے آپ چل کر ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ ڈاکٹر صاحب بھلا بسے موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے فرمانے لگے اچھا اُس سے بولو کہ چوں کہ رات کا وقت ہے اور سخت بارش ہو رہی ہے اس لئے ہم جو گئی فیس لیں گے

نوکر نے پوچھا اور تھوڑی دیر میں واپس آکر کہا حضور وہ بالکل
 طیار ہو ڈاکٹر صاحب کو جب فیس کی طرف سے اطمینان ہوا۔ تو
 گاڑی طیار کرائی یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے جلدی جلدی سوٹ
 زیب تن کیا اور اس قاصد کو گاڑی میں بیٹھا کر روانہ ہوئے
 گاؤں میں پہنچ کر وہ شخص گاڑی سے اتر کر جلد جلد قدم لٹھاتا
 ہوا ایک گلی میں گھس گیا ڈاکٹر صاحب نے خیال کیا کہ شاید یہ طے
 استقبال کے لئے کسی مغرر شخص کو لینے گیا ہو مگر ان کے رہنمائی
 کی کوئی انتہا نہ تھی جب تقریباً نصف گھنٹہ انتظار کر کے یہ نہیں
 کوئی مین کو واپسی کا حکم دینا پڑا۔ اگلے روز دوپہر کی ڈاک سے
 انہیں ایک خط پونچھا۔ کھول کر دیکھا تو لکھا تھا۔

خط۔ ڈاکٹر صاحب! معاف کیجئے گا۔ آپ کو تکلیف تو ضرور
 ہوئی ہوگی۔ مگر آپ خود خیال کیجئے کہ سردی کا موسم رات کا
 وقت ایک نہ دوپورے چار کو س کا فاصلہ ادب پیر میں درد
 جیب میں ایک پانی نہیں پھر اس کے سوا اور کیا کرتا۔

(۳۸۶) ایک دن محمد شاہ بادشاہ حقہ پی رہے تھے کہ خان دولہ
 نے کچھ عرض کی۔ بادشاہ حقہ کی طرف اس قدر مائل تھے کہ ان
 کی طرف توجہ نہ کی، خان دولہ نے عرض کیا حضور نے حقہ کو جو

اسی قدر مینہ لگایا ہی اس کی کیا وجہ ہو۔ محمد شاہ نے جواب دیا
اس میں بڑی صفت بہی کہ بغیر بلائے نہیں بولتا اس
خوشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

(۳۸۷) ایک کابلی حلوائی کی دکان پر پہنچے وہ پکوڑیاں تل رہا
تھا پوچھا اس چسیت ہے حلوائی سیٹھی ہیں۔ کابلی۔ چرمی گونی؟
حلوائی۔ گھی میں پوئی۔ کابلی۔ بلزنگو۔ حلوائی۔ لیتا ہی تو لے
نہیں تو لمبا ہو۔

(۳۸۸) مریض۔ دانت میں درد ہے۔ ڈاکٹر (دانت دیکھ کر)
نکلوانا پڑے گا۔ مریض۔ کس طرح۔ ڈاکٹر۔ بے ہوش کر کے
مریض جیب نکال کر روپیے گنے لگا۔ ڈاکٹر جلدی کیا ہے۔
دانت نکلوا کر روپیہ دے دنیا۔ مریض۔ آپ سمجھے نہیں چونک
آپ مجھے بے ہوش کریں گے دیکھ تو لوں میری جیب میں
کتنے روپیے ہیں۔

(۳۸۹) بیٹا۔ آبا زین کا پتی کیوں ہے؟ کاشتکار باپ۔ گناں
اور ٹیکسوں کے بوجھ سے۔

(۳۹۰) کلن۔ تم بڑے خرد مانع ہو۔ جمن۔ اگر پھر کہا تو سر توڑ
دوں گا۔ کلن۔ سمجھ لو کہ پھر کہا دیا جمن۔ تو سمجھ لو کہ میں تمہارا سر توڑ دیا

(۳۹۱) شکری۔ میرا شاہ خالی نہیں گیا، میں نے اپنی آنکھ سے تیتھر کے پر ہوا میں اڑتے دیکھے ہیں۔

خادم۔ جناب پر تو اب بھی اڑ رہے ہیں۔

(۳۹۲) پنجاب میں جب یل نئی نئی چلی تو ایک جاٹ کو بھی ریل میں سوار ہونے کا شوق چڑایا ایک چھوٹے سے سٹیشن میں ٹکٹ گھر کی کھڑکی میں گردن ڈال کے کہہ رہا ہے۔

آجی بابو جی مہارے گاؤں کا ٹکس دو۔

بابو۔ ٹکٹ کسی شخص کے نام کا نہیں ہوتا، تم کہاں جائے گا۔

جاٹ۔ مہارو دل جدھر چاہے گا جائے گا۔ تو اپنے پیسے لے

اور ٹکس دے۔ بابو۔ جس گاؤں کو جانا ہو وہاں کا نام بتا۔

جاٹ۔ کھوتی یورہ۔ بابو نے فہرست دیکھی تو معلوم ہوا کہ کھوتی پورہ

کوئی گاؤں ہو ریلوے سٹیشن سے چار میل آگے سٹیشن کا ٹکٹ

دے کر کہا وہاں اتر کر اپنے گاؤں کو پیدل چلا جاتیو۔

جاٹ۔ تو تو مہارے گاؤں ہی کا ٹکس دے دے نا۔

بابو۔ ریل آگے نہیں جاتا۔

جاٹ۔ کیوں نا جاوے۔ بہت کرے چار پیسے اور لے لے۔

جب لوگوں نے سمجھا یا تو تعزیرات سمجھ میں آ گئی۔ آخر کار ریلوے

پر چاکر گاڑی آئے ہی سب سے اچھی گاڑی میں جا ڈٹے۔ تھوڑی دیر میں گاڑ ڈالیا۔ اُس نے کہا "اوین! اُترو۔ یہ فرسٹ کلاس ہے۔"
جاٹ۔ میں نا اُتروں۔ پیسے دے چکا ہوں۔

گاڑ ڈ۔ دل تم ہمیں دیکھتا، اس میں گدی لے بیٹھے ہوئے ہیں۔
جاٹ۔ لے جا سسر اپنا گدیلا ہم یونہیں بیٹھیں گے۔
گاڑ ڈ۔ اُتارنا چاہتا ہے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہے، اُس نے کھڑکی پکڑ لی ہے اور کسی طرح نہیں اُترتا اتنے میں سیٹی ہو گئی ریل آہستہ آہستہ چلنے لگی، گاڑ ڈ۔ دل تم اُترو نہیں تو تم کٹ جانے کا۔ غرض کسی طرح نہ کسی طرح یہ ہزار شکل گھسیٹ گھساٹ کے اُسے اُتار لیا۔
جاٹ یہ کہتا ہوا رہ گیا کہ دیکھو سسر بھاٹے کی گاڑی چلا دے پیسے کے پیسے اور اُلٹا دماغ کرے ہے۔

(۳۹۳) دیکھیں۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے کبھی کسی ڈاکٹر کی ڈاکٹری بھی کی ہے؟ ڈاکٹر۔ کیوں نہیں۔ دیکھیں کیا ڈاکٹر کی ڈاکٹری ڈاکٹر اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے یا ڈاکٹر ڈاکٹر کی ڈاکٹری، ڈاکٹر کی مرضی کے مطابق کرتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے پاکٹ کیس سے نشتر نصد کے لیے نکال لیا۔
(۳۹۴) جوانی اور بڑھاپا۔ ترش مزاج بڑھاپا اور جوانی یکجا

انہیں مدہ سکتے۔ جوانی مسرتوں سے محو ہے اور بڑھاپا مسرت پرانگڑ
 جوانی موسم میں صبح کا گھانا وقت سماں ہو اور بڑھاپا رستمان
 کی شام۔ جوانی چست و بیا لگ ہے بڑھاپے کا دم پھولا ہوا ہے
 جوانی تیسر رفتار اور پھرتیلی ہے۔ بڑھاپا سنگڑا اور پالاج۔ جوانی گرم
 اور دلیر ہے۔ بڑھاپا ضعیف اور ناتواں اور سرد۔ جوانی تھوڑا
 ہے۔ بڑھاپا سلیم الطبع۔ جوانی! جوانی! آ میں تیری بلائیں کون
 بڑھاپے دور دفان ہو اب مجھے تجھ سے نفرت ہے۔ جوانی۔ میں سچ
 کہتا ہوں میں تیرا عاشق ہوں۔ آہ میری جان! میری جان!!
 توجا رہی ہے بڑھاپے! تو اور جوانی کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے
 میں تیرے منہ پر کہنے کو طیار ہوں (شیکسپیر) رہا می
 میری سبائیلیت لوٹ چکی اک اس جوانی کی جو تھی لوٹ چکی
 کہنے میں زبان حال سے یہ ہو سقید (انیس) ابرار کہیں رہی کر بھٹ چکی
 (۳۹۵) ایک اعظا اپنے ہمراہ ایک کرایہ کار ورنے والا ہمیشہ
 ساتھ رکھتے تھے کہ اُس کے رونے سے مجلس کا رنگ جتنا تھا
 منشا یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاتے کہ واقعی مولوی صاحب کا
 بیان سوز و گداز سے بھرا ہوا ہے ایک موقع مولوی صاحب ایک
 مجلس میں مدعو ہوئے جہاں دعوت کلام الہی بھی تھا بے چلنے

مفتی کے مارے ہمارے ہی سے انواع و اقسام کے گھانے دیکھے تو بے
 قرار ہو گیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب منبر پر تشریف لے
 گئے اور وعظ شروع کر دیا۔ دیر ہو گئی مگر رنگ نہ چا اچھا دھڑ
 دیکھا مگر کرایہ دار کا محترمہ نظر نہ کیا مضطرانہ حالت میں ہولانت
 کیا ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ ہمارے کان میں جو مولوی صاحب
 کی یہ آواز پونچھی تھی جو منکے کیوں کہ وہ تو فنا فی الطعام کے مرتے
 پیر پونچ چکے تھے۔ وہیں سے بولے مولوی صاحب آپ اپنا
 کام کیے جائیے۔ میں ہمیں سے روٹنا شروع کر دیتا ہوں۔ جب
 اہل مجلس پر مولوی صاحب کا یہ حال کھل گیا تو وہ بہت
 نحیف ہوئے۔

(۳۹۶) ایک صاحب کا نوکر دہقانی تھا۔ ایک دن انہوں نے
 اُسے خط دیا کہ ڈاک خانے کے لیٹر بکس میں ڈال آؤ۔ یہ خط لے کر
 ڈاک خانے پہنچے۔ اور میاں لیٹر بکس ہوتے! میاں لیٹر بکس ہوتا
 کہہ کر بکارنا شروع کیا لیٹر بکس کوئی آدمی ہو تو جواب دے۔ یہ
 آواز سن کر ایک ظریف الطبع بالونکلا اُس نے کہا اُن کی تو یہاں
 سے بدلی ہو گئی گنوار خط لے کر واپس آیا اور کہا میاں جی لیٹر بکس
 صاحب کی تو بدلی ہو گئی خط واپس لے آیا ہوں آقا نے کہا اے احمق

اُس لوہے کے صندوق کو جس میں خط ڈالتے ہیں سطر یکس کہتے ہیں گنوار بولا۔ آپ لوگوں میں رحیم کس، کھڈا کس، الہ کس جیسے نام ہوتے ہیں میں نے جانا سطر یکس بھی کوئی صاحب ہونگے۔

(۳۹۷) کسی نے ایک بادشاہ عادل سے پوچھا کہ حضور والا نے وزیران بدینت کو کس لئے منہ چڑھا رکھا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ اتنی نیک نامی کے لئے کہ وہ لوگ سوائے بُرائی کے اور کسی طرف ہدایت نہ کریں گے اور میں اُن پر عمل نہ کروں گا۔ پس مجھ کو اُن کے برخلاف کرنے میں مفت کی نیک نامی حاصل ہوگی۔ خداوندِ کریم نے یہ دونوں چیزیں اپنے دستِ قدرت میں رکھی ہیں اور دو چیزیں بادشاہوں کو عطا فرمائی ہیں حیات و ممات خدا کے دستِ قدرت میں ہی اور بادشاہوں کے قبضے میں عدل و رزق ہی اگر بادشاہ ظالم ہی تو ان دونوں میں سے ایک بھی اُس کے قبضے میں نہیں۔

(۳۹۸) ایک تو انگریز نے کسی ظریف کو ایک طلائی انگوٹھی بے نگینے کی دی اور کہا کہ میرے حق میں دعائے خیر کر۔ ظریف نے دعائے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اس انگوٹھی واسے کو ایک قصہ زردین بے چھت کا سطا فرما! امیر نے کہا کہ یہ کیسی دعا ہے؟ ظریف نے کہا جیسا دنیا ویسا بننا اگر انگوٹھی مع نگینے کی ہوتی تو قصہ ہستی سفت دہلنے کی ہوا کرتا۔

(۳۹۹) ایک صاحب آٹھائے گھنٹہ کو "متقی" کا قضا قبول کرتے
ایک ایرانی صاحب نے کہا "متقی" جہ معنی دیر ۹۔ کہا کہ "متقی" اس
کو کہتے ہیں جس کو کافی موقع ملے تنہائی ہو کوئی امر مانع نہ ہو
اور وہ اپنے کو کسی عورت حسینہ اور جمیلہ سے ملوث نہ کرے
ایرانی بولا "فہمیدم، فہمیدم" اور ملک و مآں را تخت می گویند

(۴۰۰) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلی کے ہمسور عالم
اور بزرگ کی مجلس میں ایک صاحب پانی دم کرانے کو لائے
آپ نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا۔ ایک جٹلین وہاں بیٹھتے تھے
انہوں نے کہا اس چھو چھا سے کیا ہوتا ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش
رہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے کوئی کلمہ درشت ان کی شان
میں کہا جسے سن کر جٹلین بہت برہم ہوئے شاہ صاحب نے
کہا کہ برہم ہونے کی کیا بات ہو جب زبان بات میں یہ اثر ہو کہ آپ
جامے سے باہر ہو گئے تو چھو چھا میں اثر ہونا کیا محل تعجب ہے۔

(۴۰۱) ایک لڑکا ایک مٹی کی رکابی میں تھوڑی کھیر بے جا کر
مسجد کے ملا کو دے آیا۔ ملا صاحب نے کھیر کھا کر مٹی کی رکابی چھینک
دی وہ ٹوٹ گئی۔ لڑکا رونے لگا کہ تم نے رکابی توڑ دی، میری
ماں مجھے مارے گی کھیر میں کتے نے منہ ڈال دیا تھا۔ اور برکابی

سیرت جمعہ بھائی کا پستانہ اٹھانے کی تھی۔ (۵۵۶)

(۴۰۳) ایک بادشاہ مڑا سیر چشم ایدار با مختیر تھا کہ گویا اُس کے بل بھڑیں پڑی نہ تھی۔ وزیر ہمیشہ در و کتا بو کتا رہتا تھا۔ بادشاہ وزیر کو لے کر ایک بزرگ کی خدمت میں گیا اور یہ کیفیت بیان کی بزرگ نے کہا کہ میرے تکیے کے کپوتیں پر سارے دن لوگ پانی بھرتے ہیں پھر رات بھر میں اُسے کا اُتار ہی ہو جاتا ہوا جس دن میں کوئی نہیں بھرتا اُس دن اُبل بھی نہیں جاتا قدرت خدا دیکھو کہ جس وقت بچہ استکم مادر میں ہوتا ہوا پستان کا خون دودھ سے بدل جاتا ہے اور جب بچہ پر ویش پا جاتا ہے وہ دودھ بھی خشک ہو جاتا ہے۔

نہ کس فی دہانہ کس فی دہد ✽ خدائی دہانہ خدائی دہد
وزیر بزرگ کے اقوال سن کر بہت نادم شرمسار ہوا۔

(۴۰۴) ایک اعظم منبر پر چڑھا ہوا بڑے زور شور سے وعظ کیا رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص بہت گریہ کر رہا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس شخص پر وعظ کا بڑا گہرا اثر ہوا ہے لیو ختم وعظ کسی نے پوچھا حضرت آپ کو بہت رقت ہوئی۔ اُس نے جواب دیا بات یہی کہ واعظ صاحب کی لمبی ڈالٹھی ہلتی ہوئی دیکھ کر مجھے

چنا پالا ہوا کچا ایا و گیا جو مر گیا جس کی ٹوٹا سی بھی سی طرز
جگالی کرنے میں پہلی تھی۔

(۴۰) ایک بڑا بھاری بے وقوف کسی امیر کے ہاں نوکر تھا
اُس کو انہوں نے ایک لکڑی دی اور کہا کہ تجھے تجھ سے زیادہ
جو حق ملے اُسے دے دیجو۔ خیر بات گئی گزری ہوئی چند دنوں
بعد یہ نصیر بھر مر گیا چڑھ گیا اور زلیخت سے نا اُمید ہوا نوکر سے
کہا کہ بس یہی رخصت ہو کر کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور
کب تک واپس آئیے گا۔ امیر۔ ایسے مقام پر جلتا ہوں جہاں
سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا۔ نوکر۔ وہاں آپ نے پست
رشتے چھنے کے لئے کوئی مکان بنا لیا ہو۔ جواب دیا، انہیں۔
کیا طیرہ خیمہ کچھ بھیج دیا ہو؟ کہا کہ نہیں۔ کچھ سامان تو شہ خاں
اور بادرجی خانے کا بھیج دیا ہو؟ کہا کہ نہیں۔ تب وہ امیر نوکر
بولا۔ تصور معاف، جہاں تھوڑے دن رہنا تھا وہاں تو یہ کوئی
تھا، اور سب سامان آپ نے ٹھیک ٹھاک کر رکھا تھا لہذا جہاں
ہمیشہ رہتا رہتا رہتا ہو وہاں کا کچھ سامان کیا تو آپ سے
یڑھ کر اور حق کوئی ہو گا پس یہ لکڑی آپ ہی لیجیے۔
عطا کرے تو بلاقے تو بخشیدم۔

کسادہ دنیا جس میں ہو کوشش دین کے واسطے پڑے واسطوں کے بھی کچھ پاس ہیں کے واسطے

(۲۰۵) ایک قصاب کی دکان پر سے ایک وکیل صاحب کا کتا گوشت کا ایک بچالے اڑا۔ قصاب نے دوسرے دن انہیں وکیل سے پوچھا کہ اگر کسی کا کتا میرا گوشت اٹھالے جائے تو میں کیا کروں؟ وکیل نے کہا، مالک سے دام مانگو، اگر نہ دے تو نالش تان دو۔ قصاب - اچھا تو ایک روپیہ سیدھے ہاتھ سے دلوا دیتے آپ ہی کا کتا میرا گوشت لے گیا ہو۔ وکیل نے کہا کہ میں ایسی سرسری قانونی صلاح وہ مشورے کی دو روپیے فیس لیتا ہوں۔ تم ہی ایک روپیہ مجھے دلواؤ، اور ایک روپیہ اپنے گوشت کا کاٹ لو تاکہ حساب بے باق ہو۔

(۲۰۶) ایک ظریف کے تین چار بچوں میں سب سے آخر جولہ کا پیدا ہوا اُس کا رنگ اپنے بہن بھائیوں سے ذرا سا نولا تھا۔ اُن کے کسی دوست نے پوچھا گیوں جی اور بچے تو مسرخ و سفید میں یہ لونڈا کالایوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا یہ تو دیگی کھرچن ہو۔

(۲۰۷) عالم گیر کا مزاج سرد مد سے مگد تھا، اس لئے ہمیشہ اُس کا خیال رکھتے تھے چنانچہ قاضی قوی جو اس عہد میں قاضی شہر تھا اُس نے ایک موقع پر سرد علیہ الرحمۃ کو بھنگ

پیتے ہوئے جا پکڑا۔ اول بہت لطائف و ظرائف کے ساتھ سوال و جواب ہوئے، آخر جب قاضی نے کہا کہ نہیں، شرع کا حکم اسی طرح ہو، کیوں حکم الہی کے خلاف باتیں بناتا ہو تو آپ نے فرمایا ”کیا گروں بابا شیطان قوی ہو“

(۴۰۸) ایک بادشاہ نے حاضرین مجلس سے کہا کہ جو کوئی میرے دل کا حال بتلا دے گا اُس کو ایک لاکھ روپیہ انعام دوں گا ایک عقل مند نے کہا آپ کے دل میں یہ ہو کہ خدایے شک ہو اور میں ایسے انصاف سے کام کروں گا کہ وہ خوش رہے۔ بادشاہ نے کہا بے شک اور اُس کو انعام موعودہ دیا وزیر کو حسد ہوا کہ ایک ذرا سی بات پر اس قدر زرخطیر دے دیا وزیر نے کہا کہ اچھا اگر میرے دل کا حال بتا دو تو میں جانوں اور ہزار روپیہ تمہاری نذر کروں اور دل میں کہا کہ غالباً یہی مضمون میری نسبت بھی کہے گا تو میں صاف مکر جاؤں گا عقل مند بولا کہ آپ کے دل میں ہو کہ حضرت جہاں پناہ کی عمر دراز ہو۔ اور ملک و دولت کی ترقی ہو۔ وزیر کو کہنا پڑا، بے شک اور انعام بھی دیا۔

(۴۰۹) ایک ظریف رمضان شریف میں دن دہاڑے نان بانی

کی دکان پر بیٹھے کھانا اڑا رہے تھے۔ اتفاقاً ایک صاحب
اُدھر سے آنکے اور اُن کو کھانا کھاتے دیکھ کر کہنے لگے ”تجھے
شرم نہیں آتی کہ اتنا بڑا ڈیل ڈول اور سنڈا مشٹڈاموکر
رمضان میں بیٹھا کھا رہا ہو؟“ ظریف ہنسنا اور کہنے لگا ”مجھ آپ
کی عقل تو نہیں گئی اگر ایسی بہکی بہکی باتیں کر دے تو لوگ آپ
کو پاگل بتائیں گے۔ ذرا آنکھیں کھول کے دیکھیے، میں قاب
میں کھا رہا ہوں یا رمضان میں۔ اگر قاب کو آپ کے ہاں رمضان
کہتے ہیں تو یہ میں نہیں جانتا۔“ یہ سن کر وہ بے چارے اپنا
سامنہ لے کر چلے گئے۔

(۳۱۰) ایک اُستاد نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ جب
بات کریں تو فصاحت اور بلاغت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔
ایک دن اتفاقاً حلیم میں سے ایک چنگاری اُڑ کر حضرت کی پگڑی
پر جا پڑی۔ شاگرد نے کہا ”جناب اُستاد صاحب مولینا و مقتدینا
باتفضل اولنا قبلہ و کعبہ دو جہان حضور کی دستارِ عظمت آنا پر ایک
انگڑا نہنچا شرر بار آتش کدہ حلیم سے بادِ صرصر کے جھونکے
سے پرواز کر کے شعلہ افگن ہو“ اس عرصے میں تمام پگڑی
چل گئی تو اُستاد صاحب کیا فرماتے ہیں ”خود کردہ را علاحی نیست“

(۲۱۱) ایک ظریف سے کچھ قصور سرزد ہوا اُسے کو تو ال شہر کے پاس لے گئے جو حبشی تھا۔ کو تو ال نے حکم دیا اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے شہر میں تشہیر کرو۔ ظریف بولا حضور میرا منہ نہ کالا کرو ایسے ورنہ لوگوں کو مغالطہ ہو جائے گا کہ کو تو ال صاحب کی آج یہ گت بنی، کو تو ال شہر سندرہ ہوا اور اُس کے قصور سے درگزر۔

(۲۱۲) ایک امیر بینگن کی ترکاری کی نفریں کر رہے تھے کہ ایسی حراب ترکاری ہو بجلی، بادبی، بدذائقہ مصاحب نے کہا ہاں جناب ساری ترکاریوں کا فضلہ ہو چند دن کے بعد اسی امیر نے بینگن کی تعریف کی تو آپ نے آگے بڑھ کے کہا سبحان بینگن کی کیا بات ہو دیکھتے کسی ترکاری کے سر پر تاج نہیں اور اس کے سر پر تاج ہو۔ امیر نے یہ سن کر کان کھڑے کیے اور کہا میاں! تم بھی عجب آدمی ہو ابھی چند روز ہوئے کہ میں بینگن کی مذمت کر رہا تھا اور تم بڑی شد و مد سے ہاں میں ہاں ملا رہے تھے یا آج میں تعریف کر رہا ہوں تو تم تعریف میں بھی سبالغہ کر رہے ہو۔ مصاحب نے جواب دیا حضور میں آپ کا نوکر ہوں کچھ بینگن کا نوکر نہیں۔ مجھے تو ہر حال میں حضور کی خوشنودی مقدم ہو۔

(۴۱۳) کسی ظریف نے ایک طوائف سے جس کی عمر ڈھل گئی تھی دیکھ کر کہا بستی تو چھٹی تھی مگر اب اُجر لگئی۔ اُس نے کہا ہاں صاحب جب آپ جیسے دو چار رئیس اس بستی میں سے نکل گئے تو کہاں تک نہ اُجر پڑتی۔

(۴۱۴) ایک طوائف عمر رسیدہ ہونے سے سوکھ کر امجور ہو گئی تھی کسی صاحب نے فقرہ کسا کہ نری ہڈیوں کا ڈھانچ رہ گیا ہو وہ بولی ہاری بخنی آپ پی گئے نہ ہڈیوں کا پھوک رہ گیا ہو۔

(۴۱۵) ایک گنوار ریل میں سفر کر رہا تھا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری تو وہ کسی ضرورت سے اُتر اُستے میں گاڑی چل پڑی گنوار بہت سڑ پٹایا اور جلدی سے پگڑی میں سے ٹکٹ نکھولا اور گاڑی کی طرف ٹکٹ دکھا کر بولا جاکے گی کنگے کو ٹکس تو مھارے دھورے ہو گاڑی چل دی اور میاں گنوار ٹکٹ دکھاتے کے دکھاتے رہ گئے۔

(۴۱۶) ایک طوائف کنبی کا گچھا ٹسکا نے کسی محفل میں بیٹھی تھی کسی ظریف نے پوچھا بی صاحب! یہ کیا ٹسکا رکھا ہو اُس نے کہا ٹیسرے کرائے کے مکانوں کی گنجائیاں ہیں ظریف اور اس کو ٹھہری کا کیا کر ایہ ہو طوائف اس میں تو پہلے ہی آپ نو مہینے

بے کرا یہ رہ چکے میں، کیا ایسی جلد بھول گئے؟ ناظرِ یف اس جواب سے کٹ گیا۔

(۴۱۷) لکھنؤ کے ایک نواب زادے بڑے لچیم لچیم الفر بہ خواہ مخواہ مردِ آدمی چوک میں تانگے کی تلاش میں کھڑے تھے۔ تانگے والے کو بلایا اور کہا امین آباد سے چلو۔ لکھنؤ کے تانگے والے بھی چھٹے ہوئے ہوتے ہیں اُس نے دیکھا یہ دس من کی لاس تانگے میں سمائے گی کیسے اور ٹٹو کھینچے گا کب سے؟ کہنے لگا کیا سارے کے سارے ایک ہی دم چلنے کا؟ خیر بگو بنو سنگ آمد و سخت آمد اس بوجھ کو لے جا کر امین آباد میں ڈال دیا وہاں سے ان کو کہیں اور جانا تھا۔ پھر اُسی تانگے والے کو تاکا اور جھٹ جا کر بیٹھ ہی گئے گھوڑا تو چراغ پا ہوتے سنا تھا یہاں ان کے وزن سے تانگہ چراغ پا ہو گیا۔ تانگے والے نے پوچھا کہاں لے چلوں کہاں جہاں سے ہم آتے ہیں وہیں لے چلو۔ تانگے والا بڑا سخر تھا بولا قبلہ معاف کیجئے میرا تانگہ وہاں نہیں جاسکتا؟

(۴۱۸) لارڈ کرزن کے زمانے میں جب کہ ایڈورڈ، مسقم کی تاج پوشی کا دربار بڑی گرفتار سے ہوا تھا اور ہر خطہ ہند کے لوگ کھینچ کر دہلی میں چلے آئے تھے۔ ایک دن مدراس کی نظر

کے فوج کے چند سپاہی، کوئی دس بارہ ہمارے گھر میں آئے
 کہا مولوی صاحب (مولوی نذیر احمد صاحب) کو دیکھنے
 آئے ہیں۔ میں، کیا دیکھو گے؟ سپاہی۔ دہلی آکر ہم نے قلعہ
 جامع مسجد، قطب صاحب کی لاٹ وغیرہ عجائبات دیکھے مولوی
 صاحب کا نام بھی بہت سنا ہے اسی طرح ان کی زیارت سے
 بھی مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ میں نے اطلاع کر دی والد مرحوم
 نے فرمایا ”اچھا بلا لو۔ ان لوگوں نے جا کر دستِ بوسی کی اور کچھ
 اودھراؤ دھر کر باتیں کیں والد مرحوم نے فرمایا ”بھئی مجھے دیکھ کر
 ”کیا کر دگے“ ”بانگِ دہلی“ ہی جو دور ہی سے سہاؤنی لگتی ہے“
 (۴۱۹) ملکِ معظم جارج پنجم کے دربارِ تخت نشینی میں میرے
 والد ماجد مرحوم کے نام بھی دعوتی کارڈ آئے۔ میں لے کر گیا
 پوچھا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ”ڈراما کے دعوتی کارڈ ہیں“ سن
 کر گہرے دیدہ ہوئے فرمایا ”میاں اب ہم اُس ٹھے دربار میں جانے والے
 ہیں۔ بس بہت جا چکے، تم جاؤ“ اور نہیں گئے۔

(۴۲۰) میرے والد جب شروع شروع پنشن لے کر آئے تو
 ٹون ہال میں کوئی جلسہ تھا ایک لمبی فہرست امراء و رؤساء
 شہر کے ناموں کی آئی۔ اُس پر میرے والد ماجد نے لکھ دیا کہ

”اگر یہ طلبی حکم ہو تو سن یا وارنٹ آنا چاہیئے۔ اگر دوستانہ بلاد ہو تو کارڈ یا چٹھی آتی چاہیئے تھی اور اگر میری مرضی پر چھوڑا جاتا ہو تو میں نہیں آتا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے تحصیل دار سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جب معلوم ہوا کہ فلاں شخص ہے تو تحصیل دار سے کہا تم نے بڑی غلطی کی کہ عام طور کا رسمی بلاد ابھج دیا پھر خود معذرت کی چٹھی لکھ کر والد صاحب کو بلوایا۔

(۴۲۱) ایک اعلیٰ پوربین افسر سے میں ملنے گیا۔ اُن کے دربار کا یہ حال تھا کہ خوش آمدی ضرورت بے ضرورت گھیرے رہتے تھے۔ نماز ناغہ ہو جاتے پروا نہیں مگر سلام ناغہ نہ ہو۔ چوں کہ بہت دنوں کے بعد گیا تھا، صاحب نے فرطِ نوازش سے پوچھا تم بہت دنوں میں آیا؟ میں۔ حضور! میں عید کا چاند ہوں جو سال میں دو مرتبہ نکلتا ہے۔ علاوہ ازیں نہ آپ کا نمک خورد ہوں کہ پنشن خوار سرکارِ عالی نظام کا ہوں نہ کوئی غرض، ہاں رحمت ضرور آپ کی ہوں علاوہ ازیں بے کار آکر آپ کے فحش اوقات ہونا آپ کے اوقاتِ گراما یہ کو ضائع کرنا ہے۔ ہماری آپ کی ملاقات بس دور سے ہی اچھی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ صاحب! میں جوابے بہت خوش ہونے اور فرمایا کبھی کبھی آیا کرو۔

(۴۲۲) جب کہ میری مدت ملازمت سی سالہ قریب الختم ہوئی ایک مرتبہ اتفاقاً تنخواہ رُک گئی حکم آیا کہ تمہارے تقرر کا داخلہ نہیں ملتا بھیجو۔ میں نے جواب لکھا اب کہ میری ملازمت کا چہاز کنارے آن لگا، آپ میری ملازمت کا داخلہ پوچھتے ہیں؟ اتنی مدت کی بلا فصل مسلسل ملازمت ہی کافی داخلہ ہو

جب سے تقرر ہوا برطرنی تو گنجاً معطل بھی نہیں ہوا۔ اس سے بڑھ کے اور داخلہ کیا چاہیئے جواب معقول تھا تنخواہ جاری ہو گئی۔

(۴۲۳) کئی نواب کے ٹمک میں قحط پڑا، امرائے دربار نے عرض کیا کہ حضور والا قحط پڑ گیا رعایا تباہ حال ہو۔ نواب صاحب نے پوچھا ”آجی قحط کیا ہے؟“ عرض کیا پیداوار تلف ہو جانے کو قحط کہتے ہیں۔ تو اگلے زمانے کے امراء ایسے بھولے ہوتے تھے کہ نواب صاحب نے نہایت حیرت سے پوچھا ”تو کیا ہماری رعایا کو باریک چاول کا خشکہ بھی نہیں ملتا؟“

(۴۲۴) دو دوست بیٹھے ایک رکابی میں کھجڑی کھا رہے تھے، بیچ میں ایک گھی کا لوندا دھرا تھا۔ صاحب خانہ نے باتیں کرتے کرتے کہا کہ اگر کوئی تمہارا دشمن ہو تو میں اس طرح اس کے دو ٹکڑے کر دوں یہ کہہ کر رکابی میں ایک ایسا اڑا خط کھینچا کہ

وہ سارا کچھ اپنی طرف کر لیا۔ دوست بولا ہاں وانی مجھے آپ سے ایسی ہی امید ہو۔ اس بات میں میں بھی آپ سے کچھ کم نہیں میں آپ کے دشمن کو ملیا میٹ کر دوں اور اس طرح روزہ والوں یہ کہہ کر کھچڑی ساری ملا دی۔ کھچڑی کیا ملائی گویا گھی ملا دیا۔ (۴۲۵) ایک سر رشته وارہ دیر نیہ ملازم کو ڈپٹی کسٹرنے یہ لکھ کر برخاست کر دیا کہ یہ نالایق اور ناکارہ ہو۔ سر تا کیا نہ کرتا اپیل کرتا کرتا ویسے تے نک پونچھا۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہو مگر وہ زمانہ لارڈ کرزنگ آتے جہانی جیسے بیدار مغر اور نصف ویسے تے کا تھا۔ آپ نے اس کی ساری مثل ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ یہ شخص پچیس سال کا ملازم ہو افسوس ہو کہ اتنے دنوں کے بعد اب کہیں جا کر اس کے افسروں کو اس کی نالایقی کا علم ہوا ایسے غافل اور بے خبر افسر قابیل باز پرس نہ کہ یہ لہذا دست پرچال کیا گیا (۴۲۶) میرے عزیزوں میں عبید الصمد نامی ایک صاحب تھے جو قانون گو تھے۔ قاعدے سے ان کو نصف تنخواہ یعنی پندرہ روپیہ پنشن ہونی چاہیے تھی مگر کچھ کاٹ چھانٹ کر کے کنونٹنٹ جنرل کے حکم سے بارہ پر آن ٹھہری کسی زمانے میں مصر جان ہیونٹ لفٹ گورنر صوبہ متحدہ کسی ضلع کے جنٹ تھے اور یہ اہل مدینہ سیدھے

لاٹ صاحب کے پاس پونچھے، اور اپنی خدمات سابقہ کو یاد دلا کر بڑے ادب سے عرض کیا حضور تو بادشاہ ہو گئے اور فردوسی چار کا چمار ہی رہا بلکہ پندرہ کی جگہ بارہ ہی رہ گئے۔ جب تیس ملتے تھے جو رو نہ تھی اب جو روحی ہو اور نصرت درجن بچے پہلے ہی تیس میں پوری نہ پڑتی تھی اب بارہ میں کیا ہو گا؟ لاٹ صاحب کو رحم آگیا اور خاص طور پر پورے پندرہ روپیے پنشن کی اجرائی کا حکم دیا (۴۲۷) اکثر سرکاری دفاتر میں بتی چوہے مارنے کے لیے لگی جاتی ہے۔ بتی کی خوراک سرکار سے ملتی ہے۔ انکو ٹنٹ جنرل نے خرچ خوراک اس ریمارک سے نامنظور کیا "اگر بتی چوہے مارتی ہے تو خوراک کی ضرورت نہیں اور اگر اپنا حق خدمت ادا نہیں کرتی یعنی نہیں مارتی تو پھر خوراک کیسی؟"

(۴۲۸) ایک انگریز ایک امریکن کو اسٹیشن سے اپنے گھر کو لینے جا رہا تھا راستہ میں ایک عالی شان عمارت دکھائی دی۔ امریکن نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ انگریز نے بتایا کہ یہ عدالت عالیہ کی عمارت ہے۔ یہ تین سال میں تیار ہوئی ہے۔

امریکن نے کہا کہ ہمارے ہاں تو یہ عمارت دو دو دن میں تیار ہوتی ہے۔ انگریز اس تعلیٰ پر سٹٹا گیا اور موقعہ کا منتظر ہوا۔

میں ایک اور عمارت نظر آئی یہ نسبتاً اُس سے چھوٹی تھی امرکین نے پھر دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ کوئی عمارت ہی۔ انگریز نے حیرت ظاہر کی اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا معاملہ ہے کیونکہ جب میں آپ کو اسٹیشن لینے گیا تھا۔ تو یہ عمارت تھی ہی نہیں اب جب آپ کو لے کر آیا ہوں تو اس عمارت کو تیار پاتا ہوں (یعنی اتنی سی دیر میں بن گئی)۔

(۲۲۹) بچے کا باپ مر گیا۔ بچہ ماں سے پوچھتا ہے۔ اچھی ماں جان آباکب تک آئیں گے؟ ماں جواب دیتی ہے کہ بیٹا! تیرے آبا جہاں گئے ہیں وہاں سے پھر کر آنا ناممکن ہے۔

بیٹا۔ اچھا ہے جو آبا اب نہ آتے۔ اماں میں تمہیں اتنا چاہتا ہوں کہ میرے دل میں آبا کو چاہنے کی گنجائش نہیں رہی۔

(۲۳۰) حسینان عصمت شکن دل میں خوفِ خدا سے بہت ڈرتے ہیں۔ گو وہ نفس کی سرکشی سے گرفتارِ معصیت ہو جائیں، مگر رسومِ مذہبی کے زیادہ معتقد ہوتے ہیں۔ درگاہوں، پیروں، نذر و نیاز وغیرہ کی طرف ان کا سب سے زیادہ رجحان اور اعتقاد ہوتا ہے۔ اس کے دو سبب سمجھئے کہ یا تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے یا چوں کہ عقائدِ مذہبی میں عصمتِ فروشی بڑا گناہ ہے اپنے گناہ

کی ہر ساری اور عجالت چہت زیادہ ہوتی ہی جابستے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح خدا ان کے اس گناہوں کو درگزر کرے۔

(۴۳۱) ماریٹنل کہتا ہے کہ اگر تمہاری بی بی حسین اور نیک بخت ہو تو تمہاری خوش نصیبی میں کیا کلام ہو؟ اگر بد مزاج اور آوارہ خلعت ہو تو تمہارے فلاسفر ہونے میں شک نہیں کہ حکیم سقراط کی بی بی ہی سقراط کے ہنر کا باعث ہوئی، بی بی کی بد مزاجی سقراط کے صبر و استقلال کا سبب تھی۔ عورت بھلی ہو یا بُری بے کار نہیں ہے کہا ہے "ہر کہ زن نہ دارد، آسایش تن نہ دارد" سعدی کا یہ قول کہ ہے

زن بد و درمیرے مرد نکو بہم دریں عالم است دوزخ او
کچھ بہت ٹھیک نہیں۔

(۴۳۲) خدا نے جب خلقت کو پیدا کیا تو جس سے اُس کی جتنی محبت تھی اتنی ہی اُس میں خوبیاں پیدا کیں۔ حسینوں سے اُسے محبت زیادہ تھی سب سے زیادہ خوبیاں حسینوں کو عطا فرمائیں ہر چیز خاک سے بنائی مگر اُن کے دل سوم سے بنائے (گو کہنے کو شاعران کے دل پتھر کے بتاتے ہیں) بہشت میں حورین ہوں تو بہشت دوزخ میں فرق ہی کیا ہے؟

(۴۳۴) مولوی چراغ علی صاحب الخاں طب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر صوبہ دار صوبہ گلبرگہ شریف بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ بلگرام کے ایک وکیل صاحب سید حسین نامی کو ان کے مزاج میں بڑا درخورد تھا۔ کسی معاش دار کا مقدمہ پیش تھا۔ نواب صاحب نے کہا: "یہ بڑا بد معاش ہے" وکیل صاحب نے کہا: "یہ بد معاش کیسے ہو گا؟ تو معاش دار ہے" نواب صاحب نے اس پر بڑے (۴۳۵) ایکستی میں اتفاقاً ہاتھی آگیا۔ گھاؤں والوں نے بھی ہاتھی دیکھا نہ تھا، بک دھاک رو گئے لال بھکڑے بوجھا یہ کیا ہو لال بھکڑ دئی میں ہاتھی دیکھ چکے تھے، بولے: یا بوجھے کوئی بوجھ بھکڑا بوجھے کو؟ یا تو ہوگی رات اکھٹی یا کوئی دئی والا ہو (۴۳۶) توپ کو گاؤں والوں نے دیکھا، ہر چند غور کیا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ لال بھکڑے نے اس گتھی کو یوں سلجھایا۔ یا بوجھے کوئی بوجھ بھکڑا بوجھے کوئی دانا۔ گھن کہا کہ گر بڑا اشد بیاں کا سرے دانا (۴۳۷) ایک معترض دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ ہر چند ان کے پس ماندوں نے تلاش کی مگر نعش نہ ملی۔ تیسرے دن بلا سر کی نعش ابھری۔ بوتوں نے کہا: "تو یہ نعش عین میں دادا صاحب ہی کی مگر ان کے تو سر تھا اس کے سر نہیں" (سر مچھلیاں کھا گئی تھیں)

کسی سے یہ مرحلہ طر نہ ہوا، صلاح ہوئی کہ چلو دادی صاحب سے
 پوچھیں، دادی سے پوچھا، انہوں نے کہا یہ تو مجھے بھی خبر نہیں
 کہ اُن کے سر تھا یا نہیں مگر آٹھویں دن حجامت کو پیسہ
 لیا کرتے تھے۔ سر ہوگا جب ہی تو لیتے تھے۔

(۴۴) لکھنؤ کی ایک صحبت میں جب کہ مرزا غالبؒ وہاں موجود تھے
 ایک روز لکھنؤ اور دہلی کی زبان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے
 مرزا سے کہا کہ جس موقع پر اہل دہلی اپنے تئیں بولتے ہیں وہاں
 اہل لکھنؤ آپ کو بولتے ہیں۔ آپ کی رائے میں فصیح آپ کو پہلے پتے ہیں؟
 مرزا صاحب نے کہا فصیح تو یہی معلوم ہوتا ہے جو آپ بولتے ہیں، مگر
 اس میں وقت یہ ہے کہ مثلاً آپ میری نسبت یہ فرمائیں کہ میں آپ کو
 فرشتہ خصائل جانتا ہوں، اور میں اُس کے جواب میں اپنی نسبت
 عرض کروں کہ میں تو آپ کو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں، تو سخت
 مشکل واقع ہوگی۔ میں تو آپ اپنی نسبت کہوں گا اور آپ ممکن
 ہے کہ اپنی نسبت سمجھ جائیں۔

لے یہ لطیف زیادہ تر مولانا حالیؒ کا یہ غالبؒ اور مولوی محمد حسین آزادؒ
 کی آبِ حیات سے لئے گئے ہیں اور کچھ میرے سنے سنانے ہیں مرزا اللہ علیہ
 غالب العروت بہ مرزا نوشہؒ مخاطب بہ نجم الدولہ و بیہر الملک (بقیہ نوٹ بر ص ۱۵۹)

(۴۳۸) جب مرزا قید سے چھوٹ کر آئے تو میاں کالے صاحب کے مکان میں آکر رہتے تھے۔ ایک روز میاں کے پاس بیٹھے تھے کسی نے آکر قید سے چھوٹنے کی مبارک باد دی مرزا نے کہا کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہو۔ پہلے گورے کی قید میں تھا اب کالے کی قید میں ہوں۔

(۴۳۹) ۱۱۷۱ھ میں جب کہ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم کلکتے گئے ہوئے تھے مولوی محمد عالم مرحوم نے جو کلکتہ کے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ ۸ رجب ۱۱۷۱ھ کو آگرے میں پیدا ہوئے اور ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ م ۵۱ رنوری ۱۸۶۹ء کو پندرہ برس چار مہینے کی عمر میں انتقال کیا۔ درگاہ حضرت سلطان نظام الدین میں اپنے خسر کے پائین مرزا دفن کیے گئے۔ بادۂ تایید وفات آہ غالب بمرد ۵-۱۲ ملاحظہ ہو ۱۲۸۵ھ حضرت محمد نصیر الدین عرف میاں کالے صاحب بہادر شاہ بادشاہ مرحوم کے شیخ اور مولانا فخر الدین قدس سرہ کے پوتے تھے۔ مرزا دلت تک ان کے مکان میں رہے ہیں وہ مرزا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور انہیں کی تقریب سے قلعے میں تعلق پیدا ہوا۔ غالب کی تجہیز و تکفین سُنّیوں کے طریقے پر ہوئی آپ کی قبر پر یہ کتبہ ہے :-

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

رشد عربی و فخر طالبِ مرد و اسد اللہ خاں غالبِ مرد

ایک دیرینہ ماحصل تھے، لوہب صاحب نے بیان کیا کہ جس زمانے میں مرزا صاحب یہاں آئے ہوئے تھے، ایک مجلس میں جہاں مرزا بھی موجود تھے اور میں بھی حاضر تھا، شعر کا ذکر ہو رہا تھا، شناسائے گفتگو میں ایک صاحب نے فیضی کی بہت تعریف کی، مرزا صاحب نے کہا "فیضی کو جیسا لوگ سمجھتے ہیں ویسا نہیں ہے" اس پر بات بڑھی اس شخص نے کہا "فیضی جیسا پہلی بار اکبر کے رو برو کیا تھا، اُس نے ڈھائی سو شعر کا قصیدہ اُسی وقت اور تجا لاکھ کر پڑھا تھا۔ مرزا بولے "اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ دو چار سو نہیں تو دو چار شعر ہر موقع پر ہدائتہ کہہ سکتے ہیں" مخاطب نے جیب میں سے ایک چمکی ٹولی نکال کر تھیلی پر رکھی اور مرزا سے درخواست کی کہ اس ٹولی پر کچھ ارشاد ہو، مرزا نے گیارہ شعر کا قطعہ اُسی وقت موزوں کر کے پڑھ دیا جو کہ اُن کے یوانِ ریختہ (بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

کل میں غم و اندوہ میں باخاطر مخروں ۛ ۛ تھا ترنبتا ستلاب بیٹھا ہوا غمناک
دیکھا تو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروح ۛ ۛ ہاتھ لے کہا گنج معانی ہو تیرے خاک
مر لبتا حالی کے قطعہ کا آخری شعر یہ ہے :-

تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر ۛ ۛ حق مغفرت کرے "عجب آزاد مرد تھا"

میں موجود ہو اور جس کا قطعہ یہ ہو۔ قطعہ

ہو جو صاحب کعبہ دست پر چکنی دلی ہو ریب دیتا ہو جس قدر چھاپئے
خامہ انگشت بدندان کر اسے کیا لگیئے * ناطقہ سر بہ گریباں کہتے کیا کہتے
اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجئے * خال شکیلین رخ دل کش بلیلی کہتے
حجر الاسود دیوار حرم کیسے فرض * نافذ آہوئے بیابان خن کا کہتے
صوتہ میں اسے ٹھیرائیے گر ہر نماز * میکرہ میں اسے کشتِ حم چھپائیے
ستی آلودہ سر انگشتِ حسینان لگیئے * سر پستان پر ہی زادت مانا کہتے
اپنے حضرت کے کعبہ دست کو دل کیسے فرض

اور اس چکنی سبباری کو سویدا کہتے

(۴۴۰) سنا ہو کہ مرزا صاحب کرنل برون کے روبرو گئے
تو اس وقت کلاہ پیان اُن کے سر پر تھی۔ انہوں نے مرزا کی نئی
وضع دیکھ کر بوجھا کہ "ول تم مسلمان؟" مرزا نے کہا "اٹوھا" کرنل
نے کہا "اس کا کیا مطلب؟" مرزا نے کہا "شراب پیتا ہوں سو رہتیں
کھاتا" کرنل یہ سن کر ہنسنے لگا پھر مرزا نے وزیر ہند کی چٹھی جو
ملکہ معظمہ اُن چہانی کے قصیدہ مدحیہ کی رسید اور جواب میں
تھی دکھائی۔ کرنل نے کہا "تم سرکار کی فتح کے بعد پہاڑی پریکوں
نہ حاضر ہوئے؟" مرزا نے کہا میں چار کہاڑوں کا افسر تھا، وہ

چاروں بچے چھوڑ کر بھاگ گئے، میں کیوں کر حاضر ہوتا۔
 (۴۴۱) جب نواب یوسف علی خان بہادر دہلی رام پور
 کا انتقال ہو گیا اور مرزا تغزیت کے بیٹے رام پور گئے۔ چند
 روز بعد نواب کلب علی خاں مرحوم کا نواب لفظٹ گورنر
 سے ملنے کو بریلی جانا ہوا اُن کی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود
 تھے۔ چلتے وقت نواب صاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب
 سے کہا "خدا کے سپرد" مرزا نے کہا "حضرت! خدا نے تو مجھے
 آپ کے سپرد کیا ہے، آپ پھر اٹھا مجھ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔"
 (۴۴۲) رمضان شریف میں مرزا اپنے دوست نواب حسین
 مرزا کے ہاں بیٹھے تھے، پان منکا کر کھایا ایک صاحب فرشتہ
 سیرت، ہنایت تنقی دیر ہینر گار اُس وقت حاضر تھے، انہوں
 نے متعجب ہو کر بوجھا "قبلہ" آپ روزہ نہیں رکھتے تھیں کہ
 بوئے شیطان غالب ہے۔

(۴۴۳) مولوی امین الدین کی کتاب قاطع قاطع کا جواب
 مرزا نے کچھ نہ دیا، کیوں کہ اُس میں فحش اور ناشائستہ الفاظ

سے مرزا معذور علی صاحب مرحوم مرزا عسکری مرحوم کے پوتے تھے جن کا امام باڑہ
 ابھی تک نشوونما کے کوپے میں کھنڈر پڑا ہے۔ ۱۳

کثرت سے تھے۔ کسی نے کہا حضرت! آپ نے اُس کو کچھ جواب نہیں لکھا۔ مرزا نے کہا اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو کیا تم بھی اُس کے لات مارو گے؟

(۴۴۴) لفظِ قمرار کو صاحبِ برہان افشاویں سے گنتا ہوا اور قمرار کر دن کے معنی بند کرنا اور کھولنا دونوں بتایا ہوا، مگر مرزا اس کو افشاویں میں نہیں گنتے بلکہ اُس کے معنی صرف بند کرنے کے بتاتے ہیں اور جو اشعار مخالفوں نے سند میں پیش کیے ہیں مرزا نے انہیں اشعار سے اپنے دعوے کی تائید کی ہوا، مگر چونکہ ہندوستان کے تمام فرہنگ نگاروں نے قمرار کو افشاویں شمار کیا ہوا، اس کی بابت مرزا لکھتے ہیں کہ اس کو امیراجامی قمرار دینا ایسا ہی ہو جیسا کہ اہل شام نے خلافتِ یزید پر اجماع کیا تھا۔

(۴۴۵) صاحبِ برہان کی چند عامیہ غلطیاں اور اُس کے بیان کی بے ربطیاں ظاہر کرنے کے بعد ایک جگہ لکھتے ہیں: خدا پرستان! از بہرِ خدا این عربی مفہم فارسی مدال (یعنی جامعِ برہان) نمی پرسم کہ کیست؟ ہی پرسم کہ کیست؟ ایک اور جگہ طیش میں آکر لکھتے ہیں: چون شناسائی حقیقت جو ہر لفظ ندارد۔

فرہنگ چرامی نگار دے پوریابی یافت، رسن می یافت اہنیرم می
فروخت، گلخن می افروخت۔

(۴۴۶) مرزا نے ایک فارسی سلسلے کے مؤلف پر جو قاطع برہان
کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو فحش و دہشنام سے بھرا ہوا تھا، لڑائے
حیثیت عرفی کی نالاش بھی کی تھی مگر جب کام یابی کی اُمید نہ
رہی تو آخر کار راضی نامہ داخل کر دیا۔ اُنہائے تحقیقات میں
وہابی کے بعض اہل علم عدالت میں اس بات کے استفسار کے
لیئے بلائے گئے تھے کہ جو فقرے مدعی نے اپنے دعوئے کے
ثبوت میں پیش کیے ہیں آیا فی الواقع اُن سے فحش و دہشنام
مفہوم ہوتا ہو یا نہیں۔ اُنہوں نے غریب ملزم کو سزا سے بچانے
کے لیے اُن فقروں کے ایسے معنی بیان کیے جن سے ملزم پر
کوئی الزام عائد نہ ہو۔ ان مولویوں کا مرزا سے ملنا جلنا تھا۔ کسی نے
پوچھا حضرت! اُنہوں نے آپ کے برخلاف کیوں شہادت دی؟ مرزا نے
اپنا فارسی کا یہ شعر پڑھا۔

ہرچہ درنگری حین جنس نائل نیست ❖ عیار بے کسی من شرافت نیست

سہ میری بے کسی کی وجہ شرافت نہیں، کیوں کہ شخص اپنی ہی جنس کی طرف جھکتا ہے چونکہ
شرافت نہیں میں کوئی میرا ہم جنس نہیں، اس لیے کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ ۱۲

(۴۴۷) قمرزائے پاس گنگام خطوں کی بھرا رہی۔ ایک روز مرزا صاحب کھانا کھا رہے تھے مولوی الطاف حسین حالی بیٹھے ہوئے تھے چٹھی رساں نے اگر ایک لفافہ دیا۔ لفافے کی بے ربطی اور کاتب کے نام کی اجنبیت سے یہ اُن کو یقین ہو گیا کہ یہ کسی مخالف کا دیباہی گم نام خط ہو جیسے کہ پہلے آپ کے ہیں۔ لفافہ حالی صفا کو دیا کہ اس کو کھول کر پڑھو وہ جو دیکھتے ہیں تو سارا خط دشنام سے بھرا ہوا تھا پوچھا گس کا خط ہو اور کیا لکھا ہو؟ حالی کو اُس کے اظہار میں تاہل ہوا فوراً اُن کے ہاتھ سے خط چھین کر فرمایا کہ شاید آپ کے کسی شاگردِ معنوی کا لکھا ہوا ہو۔ پھر اول سے آخر تک خط پڑھا۔ اُس میں ایک جگہ ماں کی گالی بھی لکھی تھی۔ سکر اگر کہنے لگے کہ اس اُلو کو گالی دینی بھی نہیں آتی۔ بڈھے یا ادھیڑ آدمی کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں تاکہ اُس کو غیرت آئے۔ جوان کو جو رو کی گالی دیتے ہیں، کیوں کہ اُس کو جو رو سے زیادہ تعلق ہوتا ہو۔ بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں کہ وہ ماں کے برابر کسی سے مانوس نہیں ہوتا۔ یہ قسّم ساق جو بہتر برس کے بڈھے کو ماں کی گالی دیتا ہو اس سے زیادہ بے وقوف کون ہو گا؟

(۴۴۸) مروت اور محاذِ مرزا کی طبیعت میں بدرجہٴ غایت
 غفلت، باوجودیکہ آخیر عمر میں وہ اشعار کی اصلاح دینے سے بہت
 گھبراتے تھے، بائیں ہنہ گمبھی کسی کا قصیدہ یا غزل بغیر اصلاح
 کے واپس نہ کرتے ایک صاحب کو لکھتے ہیں ”جہاں تک ہو سکا
 احباب کی خدمت بجالایا اور ارق شعر لیٹے لیٹے دیکھتا ہوں
 اور اصلاح دیتا ہوں اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوچے نہ ہاتھ
 سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف ابوعلی قلندر
 کو بسبب کبر سرین کے خدائے فرض اور پیغمبر نے سنتِ معاف
 کر دی تھی دین متوقع ہوں کہ میرے دوست بھی خدمتِ اصلاح
 اشعار مجھ پر معاف کریں۔

(۴۴۹) ایک دفعہ کہیں مرزا آفتمہ نے لکھ دیا تھا کہ آپ نے
 بسبب ذوقِ سخن کے اصلاح اشعار منظور فرمائی تھی، اُس کے
 جواب میں لکھتے ہیں ”لاحول ولا قوۃ، کس ملعون نے بسببِ ذوقِ
 شعر کے اشعار کی اصلاح منظور رکھی؟ اگر میں شعر سے بیزار
 نہ ہوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار میں نے تو بطریقِ قہر و رویش
 بجانِ درویش لکھا تھا، جیسے اچھی جو رو بڑے خاندان کے ساتھ
 مرنا بھرنا اختیار کرتی ہو میرا تمہارے ساتھ وہی معاملہ ہو“

(۲۴۹) ایک دفعہ جب رمضان گزر چکا تو قلعے میں گئے بادشاہ نے پوچھا ”مرزا تم نے کی روزے رکھے؟“ عرض کیا ”میرا دوسرا ایک نہیں رکھا“

(۲۵۰) ایک دن مرزا نواب مصطفیٰ خاں کے مکان پر ملنے کو آئے، اُن کے مکان کے آگے چھتہ بہت تاریک تھا جب چھتے سے گورو دیوان خانے کے دروازے پر پونچھے تو وہاں نواب صاحب اُن کے لینے کو کھڑے تھے۔ مرزا نے اُن کو دیکھ کر یہ مصرع بڑھا ”کہ آب چشمہ حیواں درون تاریکی ست“ جب دیوان خانے میں پونچھے تو اُس کے دالان بسبب شرق رویہ ہونے کے نہ صوب بھری ہوئی تھی۔ مرزا نے وہاں یہ مصرع بڑھا ”ہیں خانہ تمام آفتاب ست“ (۲۵۱) ایک صحبت میں مرزا، میر تقی کی تعریف کر رہے تھے شیخ ابراہیم ذوق بھی موجود تھے۔ انہوں نے سودا کو میر پر ترجیح دی۔ مرزا نے کہا میں تو تم کو میری سمجھتا مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودا ہی ہیں۔

(۲۵۲) مولوی امام بخش صہبائی مرحوم کی رائے پنج قعہ اور مینا بازار کی نسبت یہ تھی کہ یہ دونوں تحریریں بھی مثلِ سحر کے ملا ظہوری کی ہیں مگر مرزا اس کے خلاف تھے۔ ایک جلسے

میں دونوں صاحب موجود تھے، اتفاق سے یہ ذکر چھڑ گیا، مرزا نے کہا قطع نظر اس کے کہ سہ نشر کی ادبی بیخ رقعہ اور مینا بازار کی طرز میں بون لید ہو، ظہوری کی شان سے نہیں ہو کہ وہ نشر کے ساتھ نظم نہ لکھے۔ تمام سہ نشر میں ایسا ایک صفحہ بھی شکل سے محلے کا جس میں نشر ہو اور نظم نہ ہو برخلاف اس کے تمام بیخ رقعہ و مینا بازار میں ایک شعر کے سوا کہ وہ بھی ظہوری کا نہیں ہو، نظم کا کہیں پتہ نہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص نظم و نشر دونوں چیزوں پر برابر قدرت رکھتا ہو اس کی نشریں کہیں نظم نہ پائی جائے۔ مولانا صہبائی نے کہا ایسے اتفاقات اکثر ہو جاتے ہیں یہ محض ایک اتفاق کی بات ہو، مرزا نے کہا بے شک! مگر یہ اتفاق ایسا ہو گا کہ ایک شخص ہر ایک لحاظ سے نہایت سنجیدہ، شایستہ اور معقول آدمی ہو، مگر اتفاق سے کبھی کبھی کاٹ بھی کھاتا ہو، یسٹن کر سب لوگ ہنس پڑے اور مولانا صہبائی مسکرا کر خاموش ہو رہے۔

(۲۵۳) مولوی ام بخش صہبائی ایک بڑے ذی علم بزرگ تھے مرزا نے ان کے تخلص پر ایک مرتبہ چھٹی کہی ”پیا نہیں ٹھٹھا بھی اور تخلص دیکھئے صہبائی“

(۲۵۴) مکان کے جن کمرے میں مرزا دن بھر بیٹھے اٹھتے تھے

وہ مکان کے دروازے کی چھت پر تھا اور اُس کی ایک جانب ایک
کوٹھڑی تنگ و تاریک تھی، جس کا در اس قدر چھوٹا تھا کہ کوٹھڑی میں
بہت جھجک کے جانا پڑتا تھا، اُس میں ہمیشہ فرش بچھا رہتا تھا اور
مرزا اکثر گرمی اور ٹو کے موسم میں دس بجے سے تین چار بجے تک
وہاں بیٹھتے تھے۔ ایک دن جب کہ رمضان کا مہینا اور گرمی کا
موسم تھا۔ مولنا آزر وہ ٹھیک دوپہر کے وقت مرزا سے ملنے
کو چلے آئے، اُس وقت مرزا صاحب اُسی کوٹھڑی میں کسی
دوست کے ساتھ چوسر یا شطرنج کھیل رہے تھے، مولنا بھی
وہیں بوسہ بچے اور مرزا کو رمضان کے مہینے میں چوسر کھیلنے ہوتے
دیکھ کر کہنے لگے کہ ”ہم نے حدیث میں پڑھا تھا رمضان کے
مہینے میں شیطان مقید ہو، مگر آج اس حدیث کی صحت میں
بیدا ہو گیا“ مرزا نے کہا ”قبلہ! بالکل صحیح ہو مگر آپ کو معلوم ہے
کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہو، وہ یہی کوٹھڑی تو ہو؟“
(۲۵۵) ایک دن دیوان فضل اللہ حاکم چرٹ میں سوار
مرزا کے مکان کے پاس سے بغیر ملے نکل گئے۔ مرزا کو معلوم ہوا
تو انہوں نے ایک رقعہ دیوان جی کو لکھا، مضمون یہ ”آج مجھ کو
اس قدر ندامت ہوئی ہو کہ شرم کے مارے زمین میں گر جاتا

ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا نالایقی ہو سکتی ہے کہ آپ کبھی کبھی تو اس طرف سے گزریں اور میں سلام کو حاضر نہ ہوں۔ جب یہ دفعہ دیوان جی کے پاس پونچا وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور اسی وقت گاڑی میں سوار ہو کر مرزا صاحب کے ملنے کو آئے۔

(۲۵۶) ایک روز دوپہر کا کھانا آیا اور دسترخوان بچھا۔ برتن تو بہت تھے مگر کھانا نہایت قلیل تھا۔ مرزا نے مسکرا کر کہا اگر برتنوں کی کثرت پر خیال کیجئے تو میرا دسترخوان تیرید کا دسترخوان معلوم ہوتا ہے اور جو کھانے کی مقدار کو دیکھئے تو یا نیزید کا۔

(۲۵۷) مرزا کو آموں کا بہت شوق تھا۔ اُن کے دوست دور دور سے عمدہ عمدہ آم بھیجتے تھے اور وہ خواہ اپنے بعض دوستوں سے تقاضا کر کے آم منگواتے تھے۔ مرزا کے فارسی مکتوبات میں ایک خط ہے جو غالباً کلکتہ کے قیام کے زمانے میں انہوں نے امام بارگاہی بنگلی بندر کے متوتی صاحب کو آموں کی طلب میں لکھا ہے، اُس میں لکھتے ہیں ”نختہ شکم بندہ ام و قدرے نالواں، ہم آرائش خواں جویم وہ آسائش جاں۔ خرد دوراں داند کہ ہیں ہر دو صفت بہ آئنبہ اندر راست۔ اہل کلکتہ بر آئند کہ قلم و آئنبہ ہنگی بند راست۔ آرسے آئنبہ از ہنگی دگل از کلشن، ایشاد از جناب و سپاس از من

شوق می سگالد کہ تا پایانِ موسمِ دوسرے بار بخاطرِ دلی نعمتِ خواہم
گزشت۔ و آرمی نالہ کہ حاشا بدیں، یہ بر خور داری خودِ مستخدمِ گشت
(۴۵۸) ایک روز بہادر شاہ بادشاہِ آموں کے موسم میں چند
مصاحبوں کے ساتھ جن میں مرزا بھی تھے باغِ حیاتِ بخش
مہتاب باغ میں ٹہل رہے تھے۔ آم کے پیڑ رنگِ برنگ کے
آموں سے لدرہے تھے۔ یہاں کا آم بادشاہ یا بیگمات کے سوا
کسی کو میسر نہیں آسکتا تھا۔ مرزا بار بار آموں کی طرف غور سے
دیکھتے جاتے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا "مرزا اس قدر غور سے
کیا دیکھتے ہو؟" مرزا نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "پیر و مرشد، جو
کسی بزرگ نے کہا ہو۔"

برسرِ ہر دانہ بنوشتہ عیاں، کایں فلاں ابنِ فلاں
اس کو دیکھتا ہوں کسی دانے پر میرا اور میرے باپ دادا کا نام
بھی لکھا ہو یا نہیں؟" بادشاہ مسکرائے اور اُسی روز ایک
ہنگلی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کو بھیجوائی۔

(۴۵۹) حکیم رضی الدین خاں (شفاء الملک) جو مرزا کے
نہایت دوست تھے اُن کو آم نہیں بھاتے تھے، ایک دن وہ
مرزا کے مکان پر برآمدے میں بیٹھے تھے اور مرزا بھی اُسی موجود تھے

ایک گدھے والا اپنے گدھے کو بیٹے ہوئے گلی سے گزرا ہم کے
چھلکے پڑے تھے، گدھے نے سونگھ کر چھوڑ دیئے حکیم صاحب
نے کہا ”بیجی، آم ایسی چیز ہے گدھا بھی نہیں کھاتا“ مرزا نے
کہا بے شک گدھا نہیں کھاتا“

(۲۶۰) نواب مصطفیٰ خاں مرحوم ناقل تھے کہ ایک صحبت
میں مولانا فضل حق اور مرزا اور دیگر اجاب جمع تھے اور
آم کی نسبت ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ اُس
میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ جب سب لوگ اپنی اپنی کہہ
چکے تو مولانا نے مرزا سے کہا تم بھی اپنی رائے بیان کرو، مرزا
نے کہا ”بھئی میرے نزدیک تو آم میں صرف دو باتیں ہونی
چاہئیں، ”میٹھا ہو اور بہت ہو“ سب حاضرین ہنس پڑے۔

تبا تک

حصہ اول تمام ہوا حصہ دوم ملاحظہ فرمائیے

کتبہ خاکسار محمد انور اللہ غفرلہ



میرے والد ماجد مولوی نذیر احمد صاحب حرم و مخدوم کی تصانیف

نمبر	نام کتاب	نمبر جلد	مجلد	مجموع
۱	۲	۳	۴	۵
	مولوی نذیر احمد صاحب کلام مجید اردو کا بہترین ترجمان ایسا گیا ہے جس کی تفسیر قریب ایک لاکھ کا بیان اب تک ہدیہ ہو چکی ہیں کلام مجید کا ترجمہ مختلف تقطیع پر چھپا ہے جس کی ملاحظہ ذیل میں ہے۔			
۱	بڑا قرآن شریف، نظم طبعی کاغذ سفید عمدہ چکنا دلائی سطور پر خطائی رنگ صفحہ ۱۶۷ تقطیع ۲۹ x ۲۲ و موقوف فہرست مہامین و فرنگیہ الفاظ اردو	۱	۱	۱۰
۲	جامع المصنف - وسط قرآن تقطیع ۲۹ x ۲۲ چھ صفحہ کاغذ سفید چکنا دلائی سطور پر خطائی رنگ بڑا ترجمہ اردو مع فہرست مہامین و فرنگیہ الفاظ اردو	۱	۱	۱۲
۳	غرائب القرآن تقطیع ۲۹ x ۲۲ صفحہ ۱۱۳ میں ایک طرف کلام مجید صفحہ مقابل پر ترجمہ شریف پر نقل نقار عربی کاغذ خطائی اور سفید و دو قسم کا ہے۔ کاغذ سفید صمہ کاغذ خطائی دبیر للعدہ	۱	۱	۱۸
۴	حکام شریف - ترجمہ بین السطور سطور پر خطائی رنگ تقطیع ۲۲ x ۱۶ صفحہ ۱۶۷ مع فہرست مہامین و فرنگیہ الفاظ اردو و فہرست لکھنے کے مقابل للعدہ	۱	۱	۸
۵	وہ سورہ فی حسن الصورة - مترجم پنج سورہ کی جگہ یہ وہ سورہ ہے جو تلبیہ پڑھنے والوں کے لیے بہت ضروری تقطیع ۲۲ x ۱۶ صفحہ ۱۳	۱	۱	۳
۶	ادعیۃ القرآن - قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ خواص تقطیع ۲۲ x ۱۶ صفحہ ۱۱۳ میں سادہ رنگین -	۱	۱	۳

نمبر	نام کتاب	غیر مجلد	مجموعہ
۱	الحقوق والقرائن تقطیع ۲۹x۲۲ صفحہ ۱۰۲ مذہب اسلام کے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو نہایت واقفیت رکھنا چاہتا ہو اس مفید کتاب کا ہونا لازماً ہے ہر حق پرست	۱۲	۱۲
۸	حقیقہ دوم - حصہ سوم اور پورا سٹ	۱۲	۱۲
۸	اجتہاد - تقطیع ۲۹x۲۲ صفحہ ۱۲۶ اسلام کی حقانیت کا دلائل پر مبنی قاطع سے اثبات جو مسلمان اپنے عقیدہ میں پکا ہونا چاہے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے	۱۵	۱۵
۹	حیات النذیر مولانا کی مفصل سوانح عمری مع نوٹوں اور دیکھی خطوط تقطیع ۲۹x۲۲ صفحہ ۱۱	۱۱	۱۱
۱۰	نظم بے نظیر تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۲۰ مولانا کی کُل نظموں کا مجموعہ یہ صراحت اس امر کے کہ کہاں اور کس موقع پر پڑھی گئی۔	۱۵	۱۵
۱۱	مرآۃ العروس - نبات النعش - توبۃ النصوح یہ تینوں کتابیں اس کثرت مزج ہیں کہ کسی مزید تعریف کی ضرورت نہیں۔ بازار میں کثرت سے تی قیمت پر ملتی ہیں مگر خط اچھا نہ کاغذ اچھا ہمارا حاصل ہتمام اندنگرانی سے چھپوائی ہوئی کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور فطرتوں میں تمام الفاظ کے معانی فی جلد	۱۵	۱۵
۱۲	تقطیع ۲۹x۲۰ صفحات علی الترتیب ۱۸۶ - ۱۵۰ - ۱۸۸	۱۵	۱۵
۱۳	محضات - تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۲۱۲ تعداد از دل و ج کے ریح فرسانہ	۱۵	۱۵
۱۴	ایمانی - بیواؤں کی درفنا حالت کا نوٹ تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۲۱۲	۱۵	۱۵

دیباچہ - تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۱۸۶ مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام پر کثرت - محصول - آج وقت - تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۲۰ اگر بزرگوار کی کو اردو تعلیم کے شاہکار کتاب کثرت - محصول - بیواؤں کی درفنا حالت کا نوٹ تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۲۱۲

اصلی قیمت آئین خطوط اپنے فرزند کے نام تقطیع ۲۹x۲۰ صفحہ ۱۹۱ قیمت محصول منتخب حکایات بچوں کے لئے

شیخ ہدایت کے لئے۔ بچیوں سے دو دو ہائیں لڑکیوں کے لئے۔

۴۵۔ ۴۴۔ ۴۳۔
 مشنوی درود دل سچا اور درونک واقعہ۔ قیمت ۸ محصول ۳۔ عزم با بحر مہر تسلیمت
 ارادہ پر ایک دل چسپ قصہ قیمت ۴ محصول ۳۔ دیوان بشیر مع مصنف کے نوٹ
 اور (۲۲۱) دل چسپ نظموں کے قیمت ۴۔ مجلد ۵۔ ۵۔ انشائے بشیر
 جس میں نہایت بکار آمد متنو خطوط ہیں۔ عورتوں کے لئے قیمت ۴۔ مجلد ۵۔ محصول ۴
 تاریخ بیجا پور۔ (دکن کی مکمل تاریخ) مع (۶۰) نوٹ ۳ حصے
 قیمت ۵۔ ۵۔ ۵۔ محصول ۴

تاریخ دہلی۔ تین حصے۔ قدیم زمانے سے آج تک کی تاریخ قابل دید نوٹ
 (۹) عمارتوں کے قلمی نقشے ۲۰۹ قیمت ۵۔ ۵۔ ۵۔ محصول ۵
 لطائف عجیبہ حصہ اول دوم سوم فی حصہ قیمت ۵۔ حکایات لطیفہ تین حصوں
 میں فی حصہ قیمت ۵۔ مجموعہ فرزین شاہی (زیر طبع) یہ شاہانِ خلیفہ کے نایاب
 اور نادر فرامین کا مجموعہ ہے جس میں فرامین کے عکسی نوٹ بھی شامل ہیں۔
 قیمت ۵۔ ۵۔ ۵۔ {تمثال الامثال (زیر طبع) محاورات۔ مثلوں۔
 پہیلیوں چستانوں۔ دوہوں کی نہایت مشعر و مسوطلغت دو مجلد ہیں
 تخمینہ قیمت ۵ یا ۵

ملنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار کھاری باؤلی دہلی

نوٹ۔ جلدیں بہت خوب صورت اور نفیس سنہری جھپٹے کی ہیں۔ لطائف عجیبہ اور حکایات
 لطیفہ کے پورا سٹ خریدنے والوں کو فی سٹ ۵۰ روپے